

COPYRIGHTED COPY
NOT FOR SALE

محمد احسن فاروقی

سنگم

ناشر

لیٹی پبلیکیشنز

۲۰۶- الحیات چیمبرز ایم-۱ اے جناح روڈ

کراچی ۷

پیدائش
تعلیم
ملازمت
قیام
سنگم

کا نام آج سرفراز
ہر وقت سے داد کا
اس کے بعد ظاہر
ایم ایس کے بعد
شائع ہو چکے ہیں
قد خانے میں پڑ
نستگ

جس میں انہوں
کریٹک اُردو
ایک ایسا کارنامہ
ہاؤز کو تیز کر دیا ہے
سے شروع ہوتا ہے
ایک زندہ جیتا جاو
اشارہ ہے ابن مسلم
مناظر ہوتا ہے امتداد
اپ میں سامنے آ

دیباچہ

طیغِ اول

قیامِ پاکستان ہماری تاریخ کا قدرتی نتیجہ ہے۔ اس کا آغاز غمزدہ عزیزی کے
 جہوں سے ہوتا ہے۔ اور اس کا سطر برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت کا دور ہے۔ کیا کوئی فقرہ
 یہ بتا سکتا ہے کہ کس سے کس سے ملک کی تاریخ کا احاطہ کر سکے؟ کون سا جتنی
 ہولناکی ہو سکتی ہے تو سارے قسے کو ایک شخص میں اور درجہ حرارت کے ماتحت ملتا
 لے آئے؟

• شکم۔ اس سوال کا جواب ہے
 درحقیقت دلف کی ناول اور پینڈو، "کو یہاں پہنچ گیا ہے" مسیح اور
 اس بار دہائی کے قسے کے ذریعے ہندوستان میں مسلمانوں کی ساری کارستانی کر کے
 لکھی ہے۔

آزید گرامیخا بود نہ بان دانے
 قیر شہر سخن بائے گفتن داہم

محمد احسن فاروقی

حصہ اول

سَحَرُ الْكُفْرَ مَا.....

(مقدس عزیزی کے قریب پر ملا ہے ملاؤ آدیں غلبی کی چتر کی رانی پر تھی شکست تک)

فہرست

حصہ اول

..... ۴
..... ۵۱
..... ۸۵
..... ۱۵۵
..... ۱۹۹

..... ۵۱
..... ۸۵
..... ۱۵۵
..... ۱۹۹

..... ۸۵
..... ۱۵۵
..... ۱۹۹

..... ۱۵۵
..... ۱۹۹

..... ۱۹۹

خواب کے عالم میں وہ اپنے ایک کر تریبی کی طرف رخ کر گئی۔

ملاحظہ فرمائیے کہ خواب کے دوران میں وہ اپنے جسم پر کھڑی ہو کر رہی تھی۔ اس کے دل کو کوئی زبردستی ہل رہی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ ذرا بھر تریبی ہی پر بیٹھا رہے۔ وہ جسٹھ کر تریبی تریبی کا خط اس سے دور ہوتا تھا اور غائب ہو گیا۔ اس کا اس کے تریبی ہل رہی تھی۔ ملائی تریبی اور چپ چلانے میں مصروف تھی۔ ابن مسلم کی نگاہوں کے سامنے تریبی کا خط تھا اور وہ پھر تریبی کے عالم میں آگیا تھا۔

ملاحظہ فرمائیے کہ ایک بڑے پاس بڑے روک لے رہا تھا۔ وہ بھی چونکا۔ ان لوگوں نے اشارہ کئے وہ بھی ان کے ساتھ آگیا جیسے وہ اس سے ملنے پر دل کے درمیان آئے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ خود کھائے اور اسے کھائے۔ وہ کھانا ہی گیا۔ وہ پہلے بھی آم کھا چکا تھا۔ گھر اس وقت جو آم کھا رہا تھا ان سے زیادہ عزیز کبھی کوئی چیز اس سے نہ تھی۔ وہ بڑے بڑے کھانے کھاتا تھا۔ یہ بت کے پہلے تھے۔ ان میں تمام چلوں کا مزاج اپنے کمال پر تھا۔ اس کا پرست پر کمال طبیعت نہ تھی۔ اس کا پر واپس آکر اس نے چلوں کے لئے کر لیا۔ کھانا پانی پینے۔ سفیر پانی۔ پاک پانی۔ یہ پانی بڑوں رکھا جائے غراب نہیں ہوتا۔

اب وہ ناؤ میں بیٹھا۔ تو وہ ایک مضمون نئے کے عالم میں تھا۔ انا آہستہ آہستہ جا رہی تھی۔ وقت کا احساس بالکل جاتا رہا تھا۔ سورج بارہوں میں چمپا ہوا تھا۔ کہیں کہیں اگاؤ کا بونڈا باندی بھی ہوئی۔ معلوم نہیں کب وہ سو گیا اور کب جاگ اٹھا۔ سب خواب تھا۔ خواب کی طرح دکھش خواب کی طرح بے بنیاد خواب کی طرح بے ترتیب ناؤ ایک بار اس کے پاس سے گزری جس میں ڈیرے پر اسے ہوسے تھے۔ پاس والا ایک پیڑ میں جھول رہا تھا۔ چار بڑیاں پر بڑے پر بڑے تھیں ایک دوسری پر بڑے کھڑی پینگ بڑھا رہی تھی۔ ملائی ناؤ کھینا بھون گئے۔ ناؤ زک نہی۔ ابی مسلم ان لوگوں کو دیکھنے لگا۔ سب جوان تھیں۔ بڑی بڑی آنکھوں والی

تھیں۔ گوری تھیں۔ جو تو قصور و اذیت فی الجہت سے۔ سب گھوا۔ ان تھیں لہجہ بھلائی انہی قبل ہندو لاجان۔ ایک سنے اس کی طرف دیکھا۔ شرمناک تھیں۔ جھکا نہیں۔ دوسری لوگوں کو اشارہ کیا۔ سب جھولاروں کو گر بھاگیں اور زریہ سے میں غائب ہو گئیں۔

ناؤ پھر چلنے لگی۔ اس بار ناست دور چوتی گئی۔ ابن مسلم کے سامنے ان لوگوں کی ہنسی ہوئی آنکھیں تھیں۔ بولوا لکھنوں یا قصور و اذیت فی الجہت کیا آنکھیں تھیں۔ کیا مسکرات ہنسی ہوئی آنکھیں۔ غریب تر گس متا۔

معلوم کتنی دیر کے بعد اس کے کان میں ایک شہادت صریح آواز آئی۔ گھر ٹھرائی بدیا گادی۔ ہم لگی۔ اب پیا کا پکا سے ہم لگی۔ اب پیا کا پکا سے پادی ہیرت ہون نہ یا کنارے عجیب رنگ تھا۔ ایسا سریلہ ایسا میٹھا رنگ اس نے کبھی نہیں سستا تھا۔ وہ عجیب کیفیت کے عالم میں آگیا۔ الفاؤ کے معنی اس کی سمجھ میں نہ آئے۔ گھر رنگ کے بول بار۔ آکر اس کے حافظہ پر ثبت ہو گئے۔ اسے محسوس ہوا کہ اس کے دل کی دھڑکن بھی پیا رنگ گھری تھی۔ رنگ بھڑکی رنگ گھری تھی۔ آسمان پر بادل بھڑکی رنگ گھری تھے۔ بٹو کے چپے بھی پیا رنگ گھری تھے۔ ساری کائنات اس رنگ کو گانے میں محو تھی وہ اس رنگ میں بالکل گم ہو گیا۔ پھر ایک اور بار دیکھا دیا۔ حقیقت میں یا خواب میں۔ اگر دکھائی دیا۔ ایک راجہ جس کے سر پر مور بندھا ہوا تھا۔ مرنی ہمارا تھا۔ ایک۔ انی اس کے سینے پر۔ سر نیلے کھڑی تھی۔ ان دونوں کے چاروں طرف گہرا اندھیرا ہے۔ معلوم کتنے راجہ اور کتنی رانیوں اسی گشت میں بالکل اسی صورت کی پانچ رہی تھیں۔ مرنی کی آواز عجیب تھی۔ رقص کا کیفیت عجیب تھا۔ ملائی اس کو دیکھ کر سر بھروسہ نہ تھی۔ ابن مسلم کھو گیا۔ یہ کیفیت عجیب تھی۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ خود راجہ تھا۔ مرنی کی آواز اس کی دل سے نکل رہی تھی۔ پوری کائنات میں گونج رہی تھی۔ گنگا اس کی رانی تھی۔ اس کے

پھول کی پھٹری پر مٹی بھینپی رہی جو کیا مطلب؟ آپ کیسے زندگی کا اشارہ ہیں۔ جو وہ ہوا
کوشش پھول میں سے دس نکالنا کام میں مست اور مسکراہٹ قیامت ہے۔ کائنات کی
بنیاد پر سکراہٹ ہے۔ زندگی ہر اس مسکراہٹ کے کٹ ہی نہیں سکتی۔ اسے ہر ایت کو پھسکی کہ
سکون کو۔ قلب و طبع ہوتا ہے۔

بڑے ستم بخور ملتا۔ اور سوچنا کہ اس بہت پرستی میں کتنا لطف تھا۔ وہ پارہی کے قصے
کو پڑھتے رہے تھا۔ جب نذر پڑھنے لگا تو یہ قصہ اس کے سامنے آجاتا۔ البڑی سے باتیں
کرتے ہیں اسے بڑی پڑھی ہوئی اس نے سب گیتوں کے سنے کھ لئے جو اس نے سنے تھے۔ اس
نے گیتوں کی مٹی اور قصوں کے سنے بھی جان لئے۔ البڑی کی کتاب سے بھی اسے ہندوؤں کی ثقافت
اور عقائد کے بہت کچھ معلوم ہوا اس نے دل میں ٹھان لی کہ وہ ہندوستان کو اپنا وطن بنائے گا۔
وہ بڑا خوش رہتا تھا اندر مست تھا۔ اس کے ساتھ بہت سے لوگ اپنی اپنی
شاہی کو لے جاتے تھے مگر اس کے ساتھ میں زیادہ تر جوان بوائے تھے جو کھوار پنے میں
بڑھوں سے بیاہی گئی تھیں اور شوہروں کے مرنے پر جوہر ہو گئی تھیں۔ کنواری لڑکیاں سے ہتھے
شادی کہتے۔ ہر جوان کو پہلے ایک بیوی ہوتی پھر کہیں کنواریاں ملتی پڑیں کئی بیویاں اس کی
لگ بھگ تھیں وہ سب کے ساتھ شادی کر سکتا تھا اگر نہیں وہ ایک سے شادی کرنا پاتا تھا! انا
سے ہوتا ہے۔ یہ بعض قصے تھے جن میں حقیقت تھی۔ ماسی نند کے پاس وہ کہیں رہتی۔
جہاں وہ نرودا سے ڈھونڈ لے گا کاش سلطان محمود پھر قنوج پر حملہ کریں!

شاہ جہاں اور جہانگیر!۔ کچھ لوگ اسے شاعر کہتے کچھ مجنون۔ مگر وہ شاعر تو تھا ہی نہیں!
ملک شہر انگریزوں کے انڈیا زبان زدِ خلافت تھے۔ گولے سے پشور نہ بھاتے تھے۔ محمود غزنوی نے
غزنی کی پانچ سو اہرات سے بھر لیا۔ گولے پشور نے پشور پشور
در قنوج یا شد صفت بر خلت خود مست و
تاثر علی از ابرو کف شرفاء و غلبہ بار نیست

اس شعر میں کیا بات ہے سلطان کی شہادت کی منہ۔ الفاظ معلوم ہو چکے ہیں
میں پھر ٹوٹ رہے ہیں۔ گھر گھر آئی دلیا کاری۔ آٹ۔ کیا سارے ہے سارا
لا مینہ ہا دیوں کا گھر کر آٹ۔ انا پارہی۔ الفاظ میں کیا نثری ہے۔ وہ آب کی نرم مٹی
گلا کا نرم غلام۔ جوہن کی سر لیا ہے۔ آٹ۔ وہ قیامت کی مٹی۔ آٹ اس میں کیا
رگ تھا۔ او جانے دلہ بالہ آٹ۔ لوٹ کے آ۔ انا پارہی کچھ خود پارہی ہے
ہندوستان کی روح عاشقی ہے میں مشیق ہوں غصہ کی شاعری کچھ نہیں۔ وہاں شکر نہیں
جونا چاہتا تھا۔

اور نرودا کی شاہنامہ جو لکھ رہے تھے۔ نرودا کا عمل اور بات پانی ایلانی تہذیب کی ہر
چیز سے ہے تھک کوئی چیز اسے اچھی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس کے دادا بھی عرض فرمیں میں آگیا ہے
تھے۔ ایام غنی ابن خلدون نے ان کا ذکر عرب تھے۔ آل رسول تھے مسلمان بادشاہوں کو اس
قد نے ختم کیا تھا جو خلیفہ وقت عمر کے دوران خلافت میں اس کے جہلی مرتضیٰ نے شکر کی تھی
مسلمانوں کا بیش بہا شہر اس کے جہلے ٹھوٹے ٹھوٹے کر لیا تھا۔ نرودا کی اس تہذیب کی
غلطی دکھانے چلا ہے۔ اس میں کچھ مسلمان خون ضرور تھا۔ امام حسین کی شادی شہزادی
شہزادہ سے ہوئی تھی۔ علی ابن الحسین آئے ایلانی تھے وہ غزنوی اس تک آیا تھا مگر نہیں ہو
مسلمانوں کے آشکدوں کو ختم کرنے والوں میں سے تھا۔ اسے شاہنامہ بالکل اچھا نہیں لگتا
تھا یہ تم کے غرضی کا ناموں کے بجائے وہ اپنے جہلے علی بن خلدون کے کارندے کیوں نہ بیان
کرے۔ مگر یہ شاعری اس کے بس کی چیز نہ تھی اور وہ ہندوستان دلی شاعری ہے اسے ہندوستانی
کے مرنے میں جھلے ہی آتے تھے۔

شاعری کو خیر باد۔ وہ سپاسی ہی ہے گا۔ محمود ان کے کب فوج کشی کرے گا!!
سلطان محمود نے پھر فوج تیار کی۔ اب کی وہ سومات پر حملہ کرنے جا رہا تھا سومات
فوج سے کدھر ہے کتنی دور ہے؟ ابن مسلم نے دریافت کیا۔

۱۰۔ اور سے جنوب کے رخ ۔

۱۱۔ گنگا جنا۔ دو آب ۔

۱۲۔ وہ کہاں ؟ سومات قنوج سے اتنا ہی دور ہے جتنا کہ غزنی سے قنوج ۔

وہ نہ جانے گا۔ وہ البرہانی کی کتاب لکھ رہا ہے۔ البرہانی سے کہہ کر سلطان سیپہیں
ٹھہرنے کا حکم لے لیا۔ غنہری کے قصبہ کی نقل میں مصروف ہو جائے گا۔ غنہری اسے سلطان
سے مانگ لے گا۔ وہ جانے گا تو وہی گنگا جنا کے دو آب ۔ اما پاروتی کی بستی سلطان حملوں کے
بعد تھک کر رہا۔ مگر ان حکم قنوج کے ساتھ جانے سے بچنا ہی رہا۔ غزنی حکومت ختم ہو گئی۔ غزنی
ختم ہو گیا۔ وہ سلطان غفر الدین غوری کی قنوج میں آ گیا۔

غنہری کے پہلے حملے میں بارگروہ بھی بھاگ آیا تھا۔ مگر وہ سرے پہلے کے لئے اس نے
بہی بڑی تیاری کی تھی۔ تیسرے دن کے مقام پر فتح کے بعد وہ دہلی کی طرف بڑھتا گیا تھا۔ دہلی
پر قبضہ کرنے والے دستے میں تھا۔ محمد غوری دہلی کی حکومت اپنے غلام قطب الدین ایبک کے
سہو کیے چلا گیا تھا۔ بہت سے سپاہی اس کے ساتھ گئے تھے۔ ابن مسلم نے اپنی مرضی سے ایک
کے ساتھ رہنا پسند کیا۔ ایک نے انظام سنبھالنے کے کچھ ہی عرصہ کے بعد دو آب پر قبضہ کر لیا
پا پا بن مسلم کے دل کی مراد آ گئی۔ اس کام کے لئے جو قنوج روانہ ہوئی اس میں سب میں بیٹے
شامل ہونے کی اس نے درخواست کی۔ وہ سے زیادہ شوق کے ساتھ وہ دو آب کے راجاؤں کو
ختم کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے دستے کا سردار تھا۔ اس کے سوار چرتوں کو روندتے ہوئے ہریاگت
پہنچ گئے۔ مسلم کے پاس ہریاگ کے قلعہ کو اس نے دارالکومت بنایا۔ سلطان قطب الدین ایبک
نے اس کے تقرر کا فرمان جاری کر دیا۔

انظام کے سلسلے میں وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے پیچھے سپاہیوں کا ایک دستہ لیکر
سنگم پر کرکھڑا ہوا۔ ترمذی کا خط مستقیم اس کے سامنے دو تک کھینچتا چلا جا رہا تھا۔ ایک دن
وہ اسے دیکھنے آیا تھا۔ آج وہ اس کا مالک تھا۔ سلطان کے حکم کا تابع ضرور تھا۔ مگر زیادہ تر

حکم اس کا تھا۔ توجہ اقبغورین یلتیقلین۔ بنین حصا برکخ لا یبغین۔ فنا فی الام
وزنگنا ننگنا۔ بن اس آیت کو پڑھ کر خیال آیا۔ یہ نعمت ہا کل اس کی تھی۔ وہ اس کی سیر
ہی نہیں کر رہا تھا۔ اللہ کی نعمت کا کثر شری نہیں دیکھ رہا تھا۔ بلکہ اللہ نے اسے اس کا مالک
بھی بنایا تھا۔ یہ جتنی اب اس کے تھے۔ تمام لوگ اس کے حکم کے تابع تھے۔ ہر ملک کے مام
میں اگر کچھ قباقی الاہر وہت مکا ننگنا۔ بن پڑھنے لگا۔

مسلم کی دیکر وہ تک چلی جا رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ صدیوں سے کر رہی تھی۔ کہاں پہنچے
گل ؟ کہاں ختم ہو گئی ؟ یہ حال نظر سے باہر تھا۔

اس نے گھوڑے سے اتر کر شکرانے کی نماز ادا کی۔ نماز کے بعد قرآن شریف شروع
کیا۔ اس آیت پر پہنچا۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالٰتِ اِنَّ لَہُمْ جَنَّتَ بَجَرٰی
مَنْ تَحْتِہَا اَلْاَشْہَرُ ۝ کَلَّمَآ رَزَقُوْا مِنْہَا مِنْ شَرِّہَا وَقَالُوْا قَدْ اٰتٰیہَا ۝ الَّذِیْ
فَزَقَّاهُمْ مِنْ قَبْلِہٖ ۝ وَآلُوْا بِہٖ مِنْ شَرِّہَا ۝ وَلَہُمْ فِیْہَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۝ وَفِیْہَا
مِنْہَا خٰلِدٌ ۝ وَنَّاسٌ اَسْلَمُوْا مِنْ قَبْلِہٖ ۝ وَلَہُمْ فِیْہَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۝ اَلَا بِآرَآءِیْہِمْ
اِنَّہُمْ لَفِیْ شَرِّہَا ۝ اَلَا بِآرَآءِیْہِمْ اِنَّہُمْ لَفِیْ شَرِّہَا ۝ اَلَا بِآرَآءِیْہِمْ اِنَّہُمْ لَفِیْ شَرِّہَا ۝

اسے وحی ملنا ہے کُنْتُ کُنْتُ رَحْمَتِیْ مَغْفِرَتِیْ ۔

ہندو نادان سے ایک جیت کی کہ تیری تم بوجہ دل سے ان کے ساتھ نہ کرے
 کسی عرصہ پر کہ کھڑی ہوئی تھی وہ مرالی عرش میں سے پانچویں گنا تھا
 کہ تیرے پاس سے چھوٹا نہیں سے یہ سہ ہستی دو ہستی اور میں میں دیکھ پانچویں
 ہستی وہ اس سے دوسرے یہ کہہ ہی دیر کے لئے کھانا پکایا گیا وہ اپنے کو ہی مندر تھا اس پر
 مندر کے اوپر سے اس نے یہ مندر سے لئے کہہ کو دیکھ کر دیا مندر کے دروازے پر اگر اس
 نے مندر کے پار دیکھ کی صورتی بالکل اسی طرح کھڑی تھی جیسی کہ تیرے پر تھلے کے وقت اس
 سے دیکھی تھی وہی جیسے بال جی مست تھکیں وہی راہی مسکرا بیٹ مندر کے اس پاس
 ہوئی نہ تھا وہ دوسرا دھرم کے مندر میں گھس گیا۔

☆ وہ دھرمی کے سلسلے میں چمک گیا۔ بالآخر حور سے آنکھیں بند کر کے سکوت میں گیا
 اس کے ہاتھ میں آواز آئی۔ اور ہلنے والے عالم آرمٹ کے آرمٹ کے آگے
 میں رشتہ یا اس نے چمک کر کہا۔ آنکھیں کھول کر مودی کر دیکھا مودی کی آنکھیں
 بھی مسکرا رہی تھیں۔ اس میں حرکت ہوئی مسکراتے ہوئے ہنڑوں میں بھی حرکت ہوئی اور آواز
 آئی آواز گھٹنے میں کب سے تھا را انتظار کر رہی تھی۔

"میری" تھیں ہی اس دن سے تم کو ڈھونڈ رہی تھیں۔
 وہ دن۔ باب تھے مجھے اس دن دیکھا تھا۔ گریں نے تم کو صدیوں پہلے دیکھا تھا۔
 پسند کر رہا تھا۔ جس سے گزر سکتے تو میں بھی تو پ کر رہا ہوں کل آئی تھی مگر تمھارے آگے کا وقت
 نہیں آیا تھا۔ مجھے وہ میری اس انتظار کرنا تھا۔ اب تم گئے۔

"اے اے تیری محبت مجھے یہاں لے آئی میں رو آتب کا کلم بنا تمھارے ہی لئے۔
 میں سب جانتی ہوں۔"
 یہ بھی جانتی ہوگی کہ تمھارے بغیر میں نہیں جی سکتا۔

وہ مجھ سے لڑا پہنچا۔ اس نے سارے
 تو پھر آ جا۔ یہ ہے۔
 "تو پھر آ جا کر گئے اس ہی ہے۔"

اس کلم کا اثر کیا اس نے ادا کیا۔ اپنے ہاتھ پر اشارہ کیا
 ہر کے ہنڑوں پر بوسہ دینا آدھیں تھا اور سارے میں سر کے دوسرے ہاتھ سے
 دیکھ رہا تھا۔ وہ گھڑے کی طرح بڑھا کھڑا تھی وہ خود یا یا یا یا یا یا یا یا
 ہوئے وہ گھڑے سے پیسا دھوا۔ گھڑے کی جہیز میں ہاتھیں بیٹ کر سی پھر رہی تھی
 کہ ہی کا لیا۔ گھڑا اڑ پاتے ہی چلی رہا۔ وہ ان کی صورت دیکھنے میں خود گھڑا ہو رہا تھا
 ہوسات کے بول آسمان پر ٹپک رہی تھیں۔ وہ سب سے پہلے آگے آ رہی تھیں
 یاروں کے گلے اس کے سفید پانی کو رنگ۔ جس کی منہ سے ہے آگے آ رہی تھیں۔ وہی
 جا رہا تھا۔

رات جا چکی تھی جب وہ اپنے قلعہ کے پھاٹک پر پہنچا۔ وہ منہ میں
 پھاٹک کھولا۔ اس کے ساتھ اس کی جہیز میں بیٹی ہوئی ایک عورت کو دیکھ کر رہ گیا۔
 نے دریافت کیا۔ تیرے ساتھ کے سپاہی سب واپس آ گئے۔

"جہیز آگئے سب پریشان ہیں کہ آپ کہاں چلے گئے۔ سب صبح تو ماش میں میری
 من سے کہہ رہے تھے اور قاضی صاحب سے کہہ فوراً تیار ہو کر پہنچے۔ میں یہ
 سب آپ سے ہوا راجح ہو گا۔"

اس کے محل میں رہنمایاں ہیں رہی تھیں۔ فوراً ہی اور رہنمائیوں کا اندازہ ہو گیا
 اے پاروں کو سونے والے تختے میں لٹا کر وہ بیٹھے والے حیرت میں آیا۔ یہاں فرش بچا ہی تھا
 اس کے سب سپاہی جمع ہو گئے قاضی آگے اس کے پاس بیٹھ گئے۔ قاضی نے کہا۔ عورت سزا
 ہوگی۔ اے اے اسلام میں لے آ جا۔ چاہیہ ہر راجح ہو گا۔

۲۶
 وہ مسلم ہی ہے اس سے دیانت کر لیجئے۔
 "نام کیا ہے؟"
 "اُنا پاروتی۔"

مسلم نام وہ مرزا چاہیے۔

"اس کی کیا ضرورت ہے اس کی زبان عربی نہیں اس کا نام عربی بولنے کی کیا ضرورت ہے نام اس کا بھی وہی ہے کوئی فرق نہیں پڑتا دین اس کا اسلام ہمیشہ سے ہے۔
 قاضی صاحب مجھ سے ابن مسلم کو دیکھتے رہے اور کچھ نہ کہہ سکے۔
 اُنا پاروتی کے پاس سپاہیوں کی تمام بریاں آگئی تھیں۔ وہ اس دہلی کی صورت تھی جس کو وہ لوگ پہچانی آئی تھیں وہ سب اس کے سامنے جھکا گئیں اور اس کے لئے ہر قسم کو تیار ہو گئیں اس کو ہر چیز سے وہ اس بنا دیا گیا۔

قاضی صاحب اس کے پاس آئے اور پوچھا: "اُنا پاروتی آپ مسلم ہیں؟"
 "میں ہمیشہ مسلم تھی، لا الہ الا اللہ میرا ہمیشہ سے قول اور عقیدہ تھا۔"
 "اور محمد رسول اللہ کی بابت؟"

"جب سے رسول اللہ کا ہبور ہوا میں ان کو بھی ماننے لگی۔"
 "آپ کس بت کو پوجتی تھیں؟"

"میں نے کسی کوئی بت نہیں پوجا۔ اگر مجھے لوگوں نے بت بنا کر پوجا تو میری خطا نہیں ہے۔"

"تو آپ کو مسلم مان لیا جائے؟"

"میں آج کے دن کی منتظر تھی جبکہ میں مسلمین میں شامل ہو جاؤں۔"

"اچھا تو بتائیے کہ آپ اپنا نکاح ابن مسلم کے ساتھ بالخصوص ہر شریعتی قبول کرتی ہیں؟"
 "اس کے لئے میں کئی صدیوں سے منتظر تھی۔"

قاضی صاحب کو بڑا تعجب ہوا کہ گئے یہ عورت کوئی ہوا زاد میں سے ہے
 اصحاب ان کی کچھ باتیں بھی آگیا کلاس کے اثر سے ابن مسلم میں بھی ایسی باتیں کرنا تھا غرض
 وہ بار بار آگئے اور محل کے سامنے نکل کر کامیٹہ ٹھہرے۔ وہ دھندلکی طبعیت اور ان کا بھلا سب نے
 کھانا کھایا۔ اندھ بھی ایک الگ دعوت ہوئی۔

آخر میں ابن مسلم اپنی بیوی کے پاس آیا۔ دونوں کھڑکی پر کھڑے ہو کر دریا کی طرف دیکھتے
 رہے اکدم سے ابن مسلم نے باہر آکر حکم دیا کہ اس کا بھرتا دیا جائے سبب تعجب ہوئے سب
 کو اس شخص کو گیا کہ وہ پائل ہو گیا۔ حکم عام سے اس کا سوال ہی نہ تھا بھرتا دیا گیا۔
 چار ہو گئے۔ وہ پاروتی کو گرو میں لئے ہوئے آکر بھرے کے حوضے میں بیٹھ گیا اور وہ تھوڑے
 کہ تو اپنی ہر بھر اچھا نہیں۔ رات بھر یہ اسلام کی تیس ہر بھر اچھا اور ابن مسلم بدلا پاروتی ہم تیرے
 صبح کو ابن مسلم کی ہندوستان میں زندگی مکمل ہو کر ایک خاص ڈھیر سے پہنچے آگئی۔
 کی انتظامیہ ضروریات میں کوئی خلل نہ آیا بلکہ اس کے ذہن میں استقلال پیدا ہو جانے کی وجہ سے
 یہ سب کام بھی بہتر چلنے لگے مگر خالی رات کو شکار دھیرہ میں گزرتے کے بجائے وہ اپنی بیوی کے
 پاس حوضہ کو لئے لگا۔

اب بھجن بھنیا دھلی نے بہار اور بنگال بھی فتح کر لئے تھے سلطان قطب الدین ایبک نے
 اجمیر اور سندھ کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ ہندوستان کے حصے بھی دہلی
 سلطنت میں آ گئے تھے مسلم حکومت جو بڑے ہندوستان پر قائم ہو گئی تھی سلطان قطب الدین ایبک
 کو سب سے زیادہ فکر خواب کی تھی کیونکہ غزنی کا بادشاہ اس کا دعویٰ مارا تھا۔ اس لئے وہ زیادہ
 تر قلعہ میں رہتا۔ دہلی سے مشرق کی طرف کے علاقوں کا اسے کوئی زیادہ خیال نہ تھا ابن مسلم
 کا بادشاہ سے تعلق خراج روانہ کرنے سے زیادہ نہ رہا۔ وہ اپنے صوبے کا مقلع تھا اور اس کو
 ٹیکہ بن گیا تھا اس لئے اپنے صوبہ کے متعدد حصے کو دیکھے تھے جن میں سے ہر ایک ایک
 خوبی مراد رکھتا تھا اس مراد کے ساتھ ایک قاضی قانونی مسائل کو فیصلہ کرتے کیلئے

اور ایک سب قہم کہ زلموں کے لئے نشانہ بن گئے۔ ان کے ہر سرور میں ہندو کی اپنی نہ
 رہے۔ ان کا گھارو کا گھبراہٹ سے متعلق ہو گیا تھا۔ وہ پورے ہندو کو سب سے پہلے کے ہندو
 کی طرف توجہ کرنا پڑا۔ ان کے ہر سرور میں ہندو کی اپنی نہ رہے۔ ان کا گھارو کا گھبراہٹ سے متعلق ہو گیا تھا۔ وہ پورے ہندو کو سب سے پہلے کے ہندو
 غز کے بعد وہ وقت کو توڑ کر آتا ہے۔ پھر کچھ عرصہ چاشت کا ہوتا ہے اس کے بعد ایک وقت دوبارہ
 کے لئے ہی مقرر تھا جس میں متعدد ضلوع کے امور اس کے سامنے پیش ہوتے اور وہ ان پر دیکھ کر
 چاہے کتنا ہی بڑا ہو۔ رنگ اور زبرداری رہتا ہے اور ہر قسم کے دربان و نذر رہتا ہے اور وہ
 کے پاس رہتا ہے۔ ہر قسم کے بیڑی کاوں میں صرف ہوتا گشت قریب قریب وہ گزرتا
 سپر میں کوشقت کے کام میں جاتے اور ان کی دیکھ بھال بھی گشت کے وقت ہوجاتی
 گاؤں میں شہروں میں گشت کے لئے بھی یہی وقت تھا۔ اکثر وہ گاؤں سے گزرتا تو کوئی داد چاہتا
 اور وہ اس کا کام نہ لیتا۔

رات کے وقت پہلی حفاظت کی بڑی ضرورت تھی کیونکہ راتوں سے برا خطر تھا
 ڈاکوؤں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان کو ختم کرنے کے لئے مرکز سے جنگلوں کی صفائی کا حکم دیا
 گیا۔ بہت سے جنگل جڑا دیئے گئے اور بہت میں لکڑیاؤں کے ساتھ فریج کے سپاہی بھی درخت
 گرہنے میں مصروف رہتے۔ ڈاکوؤں کے قبضوں کو توڑ دیا جاتا اور ان کو گھروں میں وہ کر صاف شدہ
 زمین پر کاشتکاری کرنے کی آسانیاں ہم پہنچائی جاتیں۔ بہت سے نئے گاؤں وجود میں آئے
 جن میں مرکزی گھر کی مسلم سپاہی کا تھا اور باقی آبادی ہندوؤں کی تھی۔ یہ سپاہی زمیندار کی
 حیثیت رکھتا تھا اور باقی لوگ اس کی رعایا تھے۔ زمیندار کی جوی عموماً نو مسلم عورت ہوتی تھی
 جو اس سے قبل کہ لینے کہا اور ہندو معاشرت اور مذہم و رنج کی پابند ہوتی تھی اور اس نے گاؤں میں
 کی عورتیں اس کو اپنی سرپرست سمجھتی تھیں۔

ان میں سے ایک ہی ایک خاص ہمت اختیار کر گئی تھی۔ اس کا آدھا حصہ اس کے قبضے
 میں آیا تھا اس کو اس نے ٹاٹوں کے ذریعہ بہت سے حصوں میں تقسیم کر لیا تھا۔ ایک حصہ

عام تھا اور وہ دوا صبح صبح دیا جاتا تھا۔ ان میں سے ہر سرور میں ہندو کی اپنی نہ رہے۔ ان کا گھارو کا گھبراہٹ سے متعلق ہو گیا تھا۔ وہ پورے ہندو کو سب سے پہلے کے ہندو
 ہندو کی اپنی نہ رہے۔ ان کا گھارو کا گھبراہٹ سے متعلق ہو گیا تھا۔ وہ پورے ہندو کو سب سے پہلے کے ہندو
 میں کان جو تین ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کی روٹی اور چاند گوشت کھانے
 کا مادی تھا۔ مگر اب وہ چھاپائی شروع رہا ہے اور ہندو کے ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندو
 پاروئی سالہ دار کا ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندو
 لئے مخصوص ہو گیا تھا۔ یہ ہندو کپڑوں کے کام کرنے والوں کے لئے تھا۔ پاروئی ہندو کپڑوں
 کرتی اور ہندی۔ ان میں سے ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندو
 ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندو
 کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندو
 وہ ہیں کیونکہ ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندو
 تھی جس میں شرم سے جاتی آتا تھا۔ ان میں سے ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندو
 چاندنی راتوں میں رات رات جرمی باغ میں گزرتے۔ پاروئی کو بہت گیت یاد تھا۔ وہ
 ہندوستان کے باغے بکنا بھی چانتی تھی۔ اسے نایاب بھی آتا تھا۔ ان میں سے ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندو
 کر جہ میں جاتا۔ اسے اٹھ لیتا۔ اسے اچھا لگتا۔ اسے سینے سے لگے ہوئے ہی پڑے جیسے
 سلسلے میں غائب ہوجاتا کسی گھاس کے کھٹے پر گزرتا۔ اکثر صبح کر پاروئی گھوڑے کی سوار
 کرتی اور ہتھیار چلائے کی بھی مشق کرتی تھیں۔ کار میں وہ ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندو
 نظر آتی اس کا منہ اٹھکا ہوتا۔ گھوڑے پر لٹی ہوئی بیٹھی ہوتی اور ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندو
 ہوتی ان میں سے ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندوستان کے لئے ایک سب سے پہلے کے ہندو
 پر تیر چلانا بھی سیکھ لیا تھا اور نشانہ بہت اچھا ہو گیا تھا۔

اس کے ہی طبیعت دت گزرتے تھے کہ ایک دن خبر ملی کہ سلطان قلی علی دین ایک
 چوگان کیسے کھیلے گا۔ گھوڑے پر سے گزرتا اور گھوڑے کے قریب رہا۔ اس کے لئے پانچ سینے

۲۰

مردہ کو بادشاہی کا اعلان کر دیا کچھ ہی دور کے بعد ایک سردار شمس الدین نے سرحدوں پر حملہ کر دیا
 اس کو دیکھ کر شمس الدین نے فوراً ہی اس پر سوار ہو کر اپنے دستوں کو تیز کر دیا اور اس کا حکم دیا کہ وہ
 غنیمت چھوڑ کر تیزی سے واپس لوٹے۔ شمس الدین نے آرام نہ کیا اور اس کے ہاتھ سے ناکارہ
 ہے۔ وہ سب محبوس ہو گئے۔ وہ دماغی ہے۔
 • مگر تم آرام نہ کرو۔ شمس الدین کے ساتھیوں کو ملے ہوئے ہے۔
 • شمس الدین سے زیادہ جو شیارا رونق بن گئے ہیں وہ حکومت حاصل کر کے رہے گا۔
 اس کے خلاف جہانگیر کی فوجیں ہیں۔
 • مگر یہ سلطان کا ہوتا کون ہے۔
 • غلام کا کار کاہنے والا تھا قطب الدین نے اسے خرید لیا تھا۔
 • اور آرام شاہ قزوین ہے۔
 • بتایا ہوا تھا مگر ہم نہیں دیکھتے قطب الدین بھی محمد غوری کا غلام تھا قابلیت
 خاص چیز ہے۔
 • مذاق بہت ثابت کرنے کے لئے ہر بار جنگ ضرور ہوگی۔
 • یہ تو جوتی ہی آئی ہے ہمارے ہاتھ میں۔
 • ہاں ہی ہوتا ہے۔ مگر بے یہ غلط۔ تباہی۔ کوئی قانون کوئی قاعدہ ہونا چاہیے۔
 • جیسے تو۔ تم سب انتظام سمجھنا لیا میں چلا۔
 ابن حاکم اپنی فوج کے ساتھ بلوچوں پہنچا۔ یہاں شمس الدین کے ساتھ بہت سے سردار
 اپنی فوج کے لئے۔ کثیر فوج کے لئے۔ دلی کی طرف کوچ کیا۔ دلی کے اعد تمام سرداروں نے پہلے ہی
 شمس الدین کو سلطان بنانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ فوج شہر میں داخل ہوئی اور قلعہ میں شمس الدین کو
 بادشاہ کی حیثیت سے داخل ہوا۔
 قلعہ میں اس نے وہاں کے خاص کیا۔ ایک بڑے سے بڑے میں جس میں کوئی عمارت

۲۱

وہو بہت اہم، پانچ گنت ہوا تھا۔ اس پر سلطان محمود غزنوی ہوا۔ اس کا پاس ساوہ تھا۔ سر
 پر تاج ہی۔ غزنویوں کو یہ وہ وہ جب تھا جو سب سے ممتاز کرتا تھا۔ اس کے ہاتھ
 اور پائی ایک آوازیں پہنچے تو اس پر پائیس سرورہ لیجے تھے۔ یہ سب محمد غوری یا قطب الدین
 کے محبوس تھے۔ ان میں سے ایک قیدی تباہی اور تباہی ان کے ہاتھوں کی جڑواری
 ان کی طبیعت کا پتہ دیتی تھی۔ یہاں سے نام ہو گیا۔ اس پر شمس الدین نے ایک تخت بنایا
 قطب الدین نے تخت پر کھڑا کیا۔ یہ تخت تھے۔ غزنوی چہ وہ بھی شمس الدین نے بھیجے تھے۔ اب یہ تخت
 جاری ہاتھ میں لے کر تختیوں کے پاس زمین کے دوسرے پر ہوا تھا۔ شمس الدین نے تخت پر
 صدر الدین محمد بن شمس الدین۔ صدر الدین محمد بن شمس الدین محمد بن شمس الدین محمد بن شمس الدین
 بیٹھے تھے۔ باہر فوج آراستہ کھڑی تھی۔
 سلطان شمس الدین کے پاس حضرت قطب الدین بختیار خاں تشریف لائے سب
 ان کے کمرے ہوئے۔ ان کے ساتھ سلطان کے سر پر ہاتھ دیکھ کر اور دت کلیم پاک کی پھر جا کر اپنے
 تخت پر بیٹھ گئے۔ سب نے سورۃ الفلق پڑھی۔ شمس الدین نے تشریف لائے اس نے مطلع اٹھایا۔
 اسے فتنہ از غیب تو زہار خواستہ
 فتح تو پیل و مال ز کف ز خواستہ
 محفل و حرم آگئی تھیں شمس الدین کا تھا سلطان نے فی شمس الدین ہزار رنگ کا
 انعام دیا۔
 پھر سلطان نے اپنے چالیس ساتھیوں کے نام لے کر روضہ عصمت ان کے ہاتھ
 میں ہو گیا اور ان ہی کی رائے سے تمام کام مکمل ہوئے۔ ان ہی کو سلطان کے انتخاب کا بھی حق
 ہو گا۔ پھر غزنی شہر صدر الدین کے قتل کے لئے نام پیش ہوئے اور مجلس شمس الدین کے قتل کیا
 دعوت ہوئی اس میں کوئی شائبہ نہ تھی۔ فوج میں انعامات تقسیم ہوئے اور غزنی کیسے
 لنگر جاری کیا گیا۔

4

مگر وہ سپاہی تھا اور نہ پرا ثوب تھا اس کے سلطان نے اسے ہر وقت تیار رہنے کو ہدایت کی تھی پارتو بھی سپاہی کی بڑی تھی وقت پر ملے پرا سے بھی جنگ کرنا تھی۔ وقت کو یہ وقت مستعد کھئے ہیں۔ ونوں سے وقت ہے۔ پورے ہندوستان کی خبروں سے واقفیت ان کو پیدا کا مرتبہ۔ الشمس بنیت جو تیار بادشاہ تھا اور لڑائی سے زیادہ مہاست سے کام نکال لینا چاہتا تھا اور جانتا تھا۔ ان مسدود جانتا تھا۔ الشمس کو لہذا اور قیام پر پہلے قابو حاصل کرنا تھا اس نے شاہ کے سلطان نے لہذا سے جب کہ مصلحت تھی مگر کہ وہی عرصے کے بعد حرنی کو خوار شاہ کے فتح کرنے کی خبر آئی یہ بھی حکم ہوا کہ لہذا و خرنی سے جھگڑ کر پنجاب آیا اور دہلی پر حملہ کرنے کے لئے شہنشاہ کو بارگاہ تیرت کے مقام پر الشمس نے اس کو شکست دی اور قید کر کے ہدیوں پر پہنچا دیا اس کے بعد ہی پنجاب دہلی اور گاندھی ہوا اور اسے بھی سلطان نے تیار اس کے لئے اسے شکست دی مگر قیام کے پاس پہنچا۔ غنائی عہد اور سندھ باقی رہا پھر خیر ملی کہ پارتو کے جو عزیز راجپوتانہ میں جا بیسے تھے ان کو قتل میں لانے کے لئے سلطان نے رستم اور منشا کے قلعے فتح کئے۔

ایک دن یہ خبر آئی کہ سلطان کا لڑکا ناہ الدین جو اودھ کا صوبہ دار تھا فوج لے کر جنگال روانہ ہو رہا ہے ابن مسعود کو وجہ پتہ دستہ کئے اس کے ساتھ جہلے کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے جنگال

حضرت امام محمد و زید سرور کے درخت لگائے تھے جن کی پڑ پڑ پر چار رخ رکھے ہوئے تھے۔ وہ بارگاہ
 رسالت و ریحہ آراستہ تھا۔ راستہ چھوڑ چھوڑ کر تختوں کے پتوں کے گچھے جوئے تھے۔ بادشاہ کے لئے چار
 چوڑے لاکھ جینی سنگھار میں تھا۔ بنفیلور و ریشہ اس میں بائیس بیس سب سرداروں نے اپنی
 اپنی شہیں لے لیں۔ ابن سلمہ و محبوب و دامولاس جگر ملی بنفیلور نے ابن زونین کا فرمان پڑھا اور ایک
 عبا خیال کر لائیں کہ بسایا۔ ستادیا نے پہنچے لگے۔ دور پر جانے کی آواز میں آئے نکلیں۔ سرداروں
 نے ایک نالچ پیش کیا جس کو سفیر نے سلطان کے سر پہ رکھا۔ انوش بن رستان کا سلطان
 اور اس کا ساترہ مان لیا گیا۔ اسلامی حکومت میں پہلی دفعہ شہر و کاغذ میں ورود ہوا
 والے بھانڈ اور زینوں نے تلوے کے صحن میں پیش کئے گئے۔ ہندوستان کی ہر قوم
 کے لوگ اپنے اپنے باجے لے کر آئے تھے اور انھوں نے ان باجوں کو رٹے جوش کے ساتھ بکایا
 و ستر خزان ہوا۔ اس میں بہت قسم کے ہندوستانی کھانے تھے۔ صحن میں ایک مقام پر
 زوی کہ تیب دور تک پہنچ۔ وہ مختلف قسم کے لھیل دکھائے گئے۔ سلطان نے اپنے ہاتھ سے انھیں
 دیئے تلوے و رام کے لئے کھلا تھا۔ اما اور غراہمن کے ایک حصے میں جیتے تھے۔ ان کو لنگر۔ مائیدان
 بنکے ساتھ گئے۔ رات میں پوسے شہر میں چراغوں کی مسلمانوں کی عبادت میں ہندو کوئی جگر
 برعالم کرنے کا یہ سلا موقع ملا تھا۔

* قند کے اندر سلطان کی بڑی چینی لڑکی ریشہ کر پادتی سے خاص لگاؤ ہو گیا تھا۔
 نے تمام ہندو پادتی کے سپرد کر دیا تھا۔ پادتی نے شہزادی کو سجانے میں خاص دلچسپی لی تھی اور
 اس کو تمام بہت ریلہ ملی اور کپڑوں سے آراستہ کیا تھا۔ پادتی اور ہندی مری چوروں نے
 تیر اندازی تیغ زنی اور سواروں کے کرتب دکھائے۔ پادتی نے ایک ملازمہ کی انتہ میں سے
 تیر چھ کر دکھایا۔ اس پر تلوے کی تمام خواتین اس کی فریفتہ ہو گئیں۔
 جشن کی دن تک رہے مگر اکرم سے سلطان کے عزیز ترین صاحبزادے ناصر الدین کو
 بٹکان میں وفات کی خبر آئی۔ تمام شہنشاہ ختم ہوئے۔ صفت ماتم چھ گئی سلطان کے خلق کی کوئی انتہ

ہندی سلطان نے قندھار میں کھینچ کر لیا تھا۔ قندھار کو واپس کیا۔
 بنگال میں شہنشاہ کی خبر آئی۔ سلطان شہنشاہ کی تمام سرداروں کو ساتھ لے کر
 ہمارہ ہر لڑکے کے غم جوئے ہوئے۔ دل کو بھانڈا لے گا۔ شہنشاہ کی تمام اس کے ساتھ گیا
 ہندوستانی شہنشاہ کی ریشہ کے ساتھ رہی۔ دونوں میں ایک ایک قسم کی ریشہ ہو گئی تھی۔
 صحن ساتھ ساتھ کھڑوں پر سوار نظر آئے۔ گھوڑے و راتیں جو کچھ ہاتھ پائی تھیں۔ تیر اندازی کر تھیں۔
 ساتھ کھانا کھا تھیں۔ ساتھ کھیل تھیں۔ ریشہ میں مردانہ صفات کچھ ضرورت سے زیادہ تھیں۔ وہ
 مرد صفا جی تھی۔ وہ اپنے تمام بھائیوں سے زیادہ فوج میں تھی اور قابل تھی۔ وہ اعلیٰ کا
 ریشہ تھی اور اس نے اپنے دل کا یہ راز پادتی سے بتایا تھا۔ شہنشاہ کے وقت اکثر وہ شہنشاہ کے
 ہتھیاروں کے پاس آکر بیٹھی۔ پادتی زمانے کے پتے سے پتے سے اس کے سامنے آتی تھی۔ پادتی
 ایک کھینچنے لگتی تھیں۔ علم ہر نہ کہ وہ دونوں میں عشق بازی ہو رہی ہے۔ یوں ہی دن کٹ گئے اور
 سلطان و ریشہ صفت ہو گئے۔ پادتی نے اس کو ریشہ سے اور بھی زیادہ محبت ہو گئی تھی۔ پادتی
 نے ریشہ سے کہا کہ سلطان سے اپنے تئیں جانشین مقرر کرانے کے بعد بھی پادتی کی طرف سے
 توجہ کرنے لگا تھا۔ ریشہ نے ایک دن سلطان کو تیر اندازی کا وہ کرتب دکھایا جو پادتی نے اسے
 سکھایا تھا۔ سلطان بہت خوش ہوا اور اس کا اعلا عام دینے کو کہا۔ ریشہ غم میں رہی۔ پادتی
 اس سے کہتی رہی۔ تیر کو ریشہ نے باپ سے پسٹ کران میں کہا۔ تیر تمام صفت ہے۔
 نے پادتی پر نگاہ بھا کر کہا۔ میرے بچوں میں سب سے زیادہ چار اور قابل ریشہ ہی ہے۔
 اور یہ دن و رات میں بھی سلطان نے اس کا ان کیا۔ میرے بعد میری لڑکی ریشہ کو اقرب
 سلطان مقرر کریں تو ہر روز لڑکے بچوں کو سب سے زیادہ اہل آپ اس کو پائیں گے۔ یہ شہنشاہ
 تلوے میں تھی۔ پادتی اور ریشہ ایک دو چہرے سے پسٹ گئیں۔ ابن سلمہ کی پادتی سے کبھی بھی
 ملاقات ہو جاتی۔ وہ چہرے سے پائیں گیا مگر پادتی کو ریشہ نے نہ جاننے دیا۔ سلطان زیادہ تر بارہ
 عورتوں کے ساتھ اور ان میں کتنے میں مصروف رہا۔ اس کی عدم موجودگی میں ریشہ حکومت کا

کام بھی چھٹی رہا تو اس میں اس کی مدد کرتی۔

اس کو سلطان کا اقبال ہو گیا۔ اس کی مجلس نے جس کو ترکان جہل گانی کہا جاتا تھا اس کے بیٹے بیٹے کی والدین کو سلطان منتخب کیا۔ رقیہ کو بڑا صدمہ ہوا مگر پادشہ اسے واسا دی رہی چھوڑا۔ اس کے اندر کی دین اور اہل نہایت ہوا اور آفر کو ترکان نے اسے معقول کر کے دیا کہ سلطانہ بیایا۔ اس کے بھائی اور بہت سے سرداروں کو یہ مانگوں اور اگر رقیہ کی مراد سے اور شہادت سے وہ بھی رنجیدہ ہو گئے۔ عرصے تک دشمنوں نے رقیہ کو معزول کرانے کے بہانے ڈھونڈے مگر آخر کو ایک بات پکڑ پائی۔ رقیہ نے پردہ اٹھا دیا تھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر شاہ جاترہ کیا کرتی تھی اکثر اسے گھوڑے پر چڑھنے میں زحمت ہوتی تو اس کا مجلسی غلام یا قوت کے اٹھ کر گھوڑے پر بٹھا دیتا۔ اس پر لوگوں نے ہتھیاریں چوڑیں اور فوجیں راہیں ملان کی خبر پائی۔ اس نے مال جلنے کا مشورہ دیا یا قوت اصطلح کا اور فرمایا مگر چونکہ سلطانہ کو اس کا ضرورت پڑتی تھی اس لئے اس نے اس کو امیر کا منصب دے دیا۔ امیر نے بڑا مال گھونٹ کر لیا کی وجہ سے کچھ کہہ سکتے اور اپنے اپنے منصبوں پر واپس گئے سلطانہ کو اب اپنا رعب بھلا کر کے لے کر بھی گیا قوت کو امیر لا مارا کا منصب دے دیا۔ رقیہ نے بھیایا گیا ایسا کہ مناسب نہیں ہو گا۔ مگر سلطانہ نہ مانی۔ اس نے دیوار میں یا قوت کی امیر لا مارا کا اعلان کر دیا۔ اسے شاہی کے ترک سرداروں نے گھبراہٹ سے التوجہ سے سر اٹھایا سلطانہ توجہ لے کر اس کو رانے میں پادشہ ہی سپاہی کے لباس میں اس کے ساتھ تھی۔ ایک رات فوج بڑاؤ ڈالے اور تھی کہ ترک سرداروں نے یا قوت کو روٹا اور سلطانہ کو قید کر لیا۔ دوسرے دن دلی میں سلطانہ بہرام شاہ کی سلطنت کا اعلان ہو گیا۔

پادشہ کی ترکیبوں سے رقیہ قید سے نکل بھاگی۔ دونوں بھتیخا پہنچیں۔ رقیہ نے التوجہ سے شادی کر لی اور دلی پہنچ گئی۔ رقیہ کے مقام پر جنگ ہوئی۔ التوجہ اور رقیہ مائے گئے فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ پادشہ نے سلیم کا دست لیا۔ راستے میں کسی کو شہید نہیں ہوا کہ

حوت تھی۔ پادشہ کوئی ہوتی تو وہ اپنے شہر کے لئے کئے دروازے پر پہنچی۔ وہ اپنے لئے جانے سے روکا۔ اس نے اپنی سلم سے اٹھ کر تخت پر بیٹھ کر دلت کا لہجہ کیا۔ وہ بن مسلم کے سے پہنچائی گئی اس نے اپنے سر پر کھڑی تلواریں بن مسلمان کے لئے تھپ رہا تھا اور فرما کر کہ اسے گرو میں اٹھالیا۔ دونوں نے بیٹھے کیا کہ دلی کے حوت سے۔ کل بے خبر ہو کر اپنے عیش میں لگی ہوئی ہیں۔

دلی میں انگریزوں کی وجہ سے اہل علم منتشر ہوئے تھے۔ منہاج السراج بھال کی طوت ہلتے ہیں بن مسلم کے پاس شہزادہ دلی میں پہنچا۔ اس وقت دلی کی حکومت کے حالات برسرِ حال ساتھ بیان کئے۔ صدر الدین حق لکھی کچھ زیادہ دن بھر اب بن مسلم اس کو اپنے بچے میں تنہا کر کے کرانے لے گیا۔ لکھی شہم سے بہت مت شرمیلوہ ایک دفعہ اور گناہ پر پہنچا۔ اس کے مت شک بنچ گئے اب بن مسلم نے دیکھا کہ مشورہ تو لایا گیا۔ اوپر کا حتمہ عاتب ہے۔ وہ پادشہ چھوٹی کر دی گئی ہیں۔ اس نے دریافت کر لیا تو معلوم ہوا کہ پادشہ کی موت کے عاتب ہوئے کے بعد نہ دلی سے اس مشورہ کو روٹا اور اس کا عتب جس میں سہنا تھا شکار کر کے سے توب میں ایک گاؤں مسلمانوں کا آباد ہو گیا تھا۔ انھوں نے دیواروں کو جہاں تک ان پرست بنے تھے وہاں تک توڑ ڈالا اور اب اسے مسجد کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ اس گاؤں کے مسلمان نے مسجد کا گنبد اور منار بنو کر کے لئے دو ماگی۔ اس سمے اپنے معمار وہاں بھجوا دیے۔ اس سال کی خبر پادشہ کو ہوئی اس نے خود آکر دیکھ اور منار کو بکھیر کر کے بڑی مسجد تعمیر کرانے کا حکم دیا۔ مشورہ میں، شاد و غیرہ لکھا کہ اس سے مسجد تعمیر ہوئی۔

ابن سلم اور پادشہ اب زیادہ تر گاؤں لسلنے اور دولت کو فروغ دینے کے کام میں لگے۔ بہار شاہ کہنے لگے سے لے کر ملت کے جہد تک دشمنوں کے طرفان کے بعد طوفان آئے ہیں۔ سلطان یا تو ان میں شک ہے اور یا عیش کرتے سے نظام الدین اولیل نے خاندانوں دلیا کو وہاب کے اضلاع میں بھجوا دیں بن مسلم کے ہاتھ لگے ہوئے گاؤں میں ہیں۔ ہر گاؤں میں کیے نام

"ہمارے پرانے راہبر پر جانے کے ساتھ ہرل کھلتے تھے۔"
 "ہمارے نئے راہبر بھی حواس سے ملے جلتے رہتے تھے۔ یہ چل نہ سکا۔"
 "جانے دراب ہمارا اور تھا رازدہب ایک ہو جانے کا۔ یہ بھگتی اور صوفی کیسا میل
 بول کر رہے ہیں۔"

"ہندوؤں کی رسموں کو ہم قبول کر رہے ہیں۔ وہ ہماری توحید کو مان رہے ہیں۔ یہ قوالی
 بعض سماع خوب ہے۔ اس میں وہ قوس شریک ہو جیتے ہیں۔"
 "بہت ہندوؤں نے بت پرستی کم کر دی۔"
 "مسلمان بھی غارتہ روزہ سے بلے بہرہ ہو کر صوفی کی کرامات میں مست ہو رہے ہیں
 آج کچھ نئے قوال آئے ہیں ان کو سنو گی؟"

"ہاں مان سے کہنا امیر خستہ کے گیت ضرور گائیں۔ کیوں۔"
 "مگر تھا ملے گائے اور ناچ میں اور سی لطف ہے۔"
 "میں نے اب بہت سی لڑکیاں سکھا رکھی ہیں۔ ایک دن سب مل کر تپاؤ لگائے۔"
 "مگر تم نے مجھ سے بتایا نہیں۔"
 "وہ لڑکیاں بڑی حسین ہیں تمہیں کوئی پسند آ جاتی۔"
 "تمہیں یہ شہر ہے قوال بھی بڑا کر استعمال کر لو۔"
 "میں نے دلچسپی کہا۔"
 "نہیں ان کو ابھی بلاؤ۔"

تھوڑی دیر میں وہ جوان لڑکیاں۔ ایٹکے کرتیاں پہنے۔ درپے سول پہننے سے
 انھیں ہرے ہوئے۔ بیرونی میں گھٹا سول پر چھپکے۔ کپڑوں میں لپکا اور تانے لگے ہوئے سامنے
 آکر بکر دینے لگیں۔ ابن مسلم آنا کے پاس گاؤں سے لٹ کر بیٹھ گیا تھا اور ان سب کو محو کر دینے
 لگا تھا۔ ہر ایک اس کے دل کو بھاری تھی اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ہر ایک کو اٹھائے ٹھہرے

بھائی دیا اور اس کے مردوں میں سلطان اور ہندو دونوں نظر آئے بھگتوں کی بھی تعداد نظر آئی
 نام اور جن ایک بھگتی صدا بھینکا شروع ہوئی۔ امیر خستہ نے قوالی کا راگ ایسا کر کیا۔ اور
 وہ اس قدر قبول ہوا کہ ہر شب بعد ہر لاف میں اس گاؤں کے ولی اللہ کے سامنے قوالی بڑا کر لے
 ہر خستہ کی غزلیں اور وہ ہے گائے جاتے ابن مسلم نے اپنے ملازمین میں قوالوں کے ایک ملا لکھے
 کو بھی دیکھ لیا ہندو مسلم ہندو کی آمیزش کا دور شروع ہوا اور ایک زبان و ہر میں آئے لگی جس کا اب
 تک کوئی نام نہیں لکھا گیا تھا۔ ابن مسلم اور پاروتی آپس میں ایسی ہی کچھ زبان بولتے آئے تھے۔ یہ زبان
 نام مسلمان سپاہی اپنی بیویوں سے بھی بولتے تھے گھروں سے اب وہ نکل کر بازاروں میں آئے
 مٹی ہر گاؤں میں ایک بھگت ضرور ہوتی جو دھرم کا بھی کام دیتی۔ مرقیہ نے محض توحید پر ہندو دیا تو
 ہندوؤں کی رسموں کو اپنا یا اس کی بنا پر زمین ہندو بھی مسجدوں میں تسلیم کئے آئے تھے اور آج
 کتاب میں کمال حاصل کر کے اکثر سرکاری کاموں میں بھی لگے۔

ابن مسلم اب زمیندار زیادہ اور سپاہی کم ہوتا جا رہا تھا۔ سپاہیوں کا انتظام اس نے ایک
 منظم کے سپرد کر دیا تھا اور خود دن چڑھے باہر آتے دیگر اشتغالات بھی ایک محاسب کے سپرد کر دیتے
 تھے اور پنا وقت زیادہ تر گھر کے اندر آتا سے باتیں کرنے میں گزارتا۔ آتا تخت پر گار بکھیرے لگی
 بیٹھی ہوتی وہ اس کے زانو پر سر رکھ لیتا ہوتا۔

"وہی کے سلطان عیاشی میں پڑ رہے ہیں۔ پاروتی کہتی۔"
 "نہیں ہر آرم شاہ عیاش تھا۔ عازالوین مسعود بھی مگر اب ناصر الدین محمود تو بڑا پاکا ہے۔"
 "نبایت سادہ زندگی بسر کرتا ہے۔ اپنی بسر کے لئے قرآن مجید دیکھ کر ہدیہ کرتا ہے۔"
 "مگر سپاہی نہیں ہے منظم نہیں ہے۔ کام اس کا وزیر بلیٹن کرتا ہے۔"
 "بلیٹن تو سپاہی ہے۔ مغول کے حملوں کے لئے ہر وقت مستعد ہے۔"
 "مگر ظالم ہے اور شان و شوکت میں مست۔"
 "شان و شوکت ضروری ہے۔ سلطان کا رعب نہ ہو تو۔"

کچھ کہتے ہیں کہ ایک لڑکی نے اپنی ماں کو جینا میں مگرا دیا مگر اصل واقعہ یہ ہوا کہ

تیر بہت زیادہ لایا اور دینی تھا، مگر اہم دیو اسے دیکھ کر تعجب نہ ہو کہ

وقت اس کے بیٹے اور بری کے ساتھ تیر تہ پہنچی ہوئی تھی مگر اس نے کاتب کو مسلم فوج کے ہونے کا
 علم نہ دیا۔ کاتب نے قہر آمیزان میں آگیا۔ اسے جلد شکست دے کر ملاز الدین کی فوج تیزی کے ساتھ
 دیوگری کے قلعہ کی طرف مندرجی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ راجہ کو قلعہ کے اندر دھندہ بیچ سکے۔ اس نے
 اس سے دھان طلب کی۔ دیکھ کر دولت اور اپنی ایک مٹی گھڑی سے کھڑا ملاز الدین کے سامنے آیا۔
 اس وقت راجہ کا بیٹا فوج کے ساتھ تیر تہ سے واپس ہوا اور مسلمانوں سے جنگ
 کرنے لگا۔ بن مسلم اس فوج میں تھا۔ بر قلعہ کی حفاظت کے لئے تھی۔ اس نے فیصل پرست دیکھا
 کہ اس نے فوج دیکھ کر اس کی کثیر فوج میں گھر گئی۔ اس نے ملک نصرت کو خبر دی جو اپنی فوج کو چکر
 دے کر دکنیوں پر مار ٹا۔ دکنی بھاگ نکلے۔ اسے ملاز الدین نے صلح کے اور بھی سخت مطالبات
 پیش کئے۔ متوں سونا چاندی اور جواہرات کے کوسا بھاری ہاتھیوں اور سر بیٹے بڑے اونٹوں پر
 لاد لیا اور فوج کھڑے واپس ہوئی۔

ابن مسلم کمرے سے اپنے گھر واپس جانے کی اجازت مانگتا تھا کہ ملاز الدین نے اسے دیکھ
 دیا۔ جبکہ غرض حقیر کا ایک خط دے کر اسے مل گیا۔ سلطان نے اس سے دیوگری کی فتح کی بات
 بات چیت کی اور یہ جان کر کہ بے انتہا دولت ملے گی ہے اس نے ملاز الدین کو سب تمام مال
 کے خزانہ طلب کیا۔ جب ملاز الدین کو یہ خط ملا تو اس نے خط میں یہ لکھوایا کہ سلطان غور کر کے
 ان کے در تمام مال غنیمت کی غرض قبول فرمائیں۔ جلدی آئین پر یہ خط پڑھتے ہی اپنے سوار پر فائدہ
 نہ دے دیا۔ گنگا کے اس پار سے کشمی میں سوار ہو کر کمرے کی طرف چلا۔ درمیان کا جہیز تھا
 دھڑ سے تھ بھری برسات تھی اور گنگا میں غلیانی تھی ہوئی تھی بن مسلم اور چند میر کشمی کے ساتھ
 درخت کنارے پر عمارت آئین، ستہ بال کے لئے تیار رکھ رکھا تھا۔ بعد کی غلظت سلطان نے کشمی
 پر چاؤ کی۔ اس کے بعد کشمی کے وہ لگانے لگے۔ بدلا آئین اور ملاز الدین دودھ کے پر لیا
 پر لیا۔ چنانچہ آئین نے بھگت گرا لیا۔ بنی تھا کہ اس کے سر پر ایک تودہ لگی۔ وہ چونک کر پولاد
 اسے دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔ اور کشمی کی طرف بھاگا ملاز الدین نے فک کر اپنی تلواریں اس

کی گردن لڑائی اور اس کے سر کو زخم پہنچ کر ان کے خون کو دکھانے کے لئے بلند کر دیا۔

ابن مسلم ننگ ہو کر یہ سب دیکھتا ہوا نیک نازی روزہ دار ملاز الدین کے اس
 طرح ساتھ تھا کہ اسے ظلم کی انتہا دکھا دی۔ یہ نہ موش ہو گیا۔ ملاز الدین سے ملاقات کا سزا کر کے
 واپس کی اجازت طلب کی۔ ملاز الدین کو اس جلدی پہنچ کر نعمت سلطنت پر قبضہ کرنے کی پوری
 ہوئی تھی۔ مگر کاتب شاہ کے لئے اس نے طلب نے اگر امید دلائی اور فرمایا۔

ہر کہ دور آرد با تو جنگ

تھ در کشمی سرور گلنگ

ابن مسلم کو محسوس ہوا کہ صرف کیا کا بھی اس سیاست میں دخل ہو گیا ہے۔ مگر کاتب شاہ
 نے اسے گھر بٹھانے کی اجازت دلا دی۔ ملاز الدین وکی کی طرف خزانہ لانا ہوا بڑھلا میر حسرت
 کے یہ اشعار ابن مسلم تک پہنچے۔

غوا از بر شد منزل منزل بند کردہ کلید کار مشکل

چروائی رفت و از رخ کارش گرفت از غنیمت اور عمارش

ملاز الدین کی آہوشی کے سلسلے میں ابن مسلم کو بھی طلب کیا گیا مگر اس نے ملاز الدین
 بنا پر عہدت نہ کی۔ پادشہ کی کو ملاز الدین کا سزا اور عہدہ ابھی پسند نہ آیا۔ ابن مسلم میں اس کا
 چہرہ لگے ہوا ملاز الدین کے قومی کارناموں سے وہ دوری رہا مگر جب ملاز الدین نے ساری
 سپاہ الگ بنائی تو ابن مسلم کو بھی سرور کا عہدہ دیا۔ اب اسے پادشہ کی سزا کے گردی میں آنا
 دیکھ رہا تھا۔ ملاز الدین کی فرمائش میں اس نے حتی الامکان حق نہ لیا۔ بعد والا ابن کے عہدہ
 سے وہ کا پتہ ہوا ملاز الدین کو اب حسین خیر قزو کا بڑا شوق ہو گیا تھا اور اندازہ ہسم خوف کھا
 رہا۔ مگر کہیں اس نے پادشہ کو دیکھ پادشہ کی کسی بنے گی۔

ملاز الدین نے چوڑی مٹی پر مٹی کے حسن کی شہادت سنی۔ آپس شادی شدہ تھی۔ اس کی
 کی اس تھی مگر اس کی عزالت میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ اس کا رنگ ایسا گوارا تھا کہ قاتل

میں جوتی ہوئی تھیں وہی ہیں۔

لو اس قدر حمل ہل دیا گیا۔ ہاتھوں کی بہ دست بخوبی سے قلعہ کھینچ لایا گیا۔
مسلمان اس کے لئے عطاء الدین خود ان کے دوہین خاگھان کی فراموشی ہوئے تھے۔ راجپوت
سوار بڑی جلدی سے اس کے قتل ہونے لگے تھیں۔

مگر عطاء الدین قلعہ کے راجستھ میں داخل ہوئے۔ اسی وقت اس میں سے اپنے
دوہین خاگھان کے ساتھ ایک شہلہ لے کر آیا۔ شہلہ نے کہا کہ یہ راجا ایک شہلہ معلوم ہوا
کی گری اس قدر شہلہ کی کہ مسلمان فتح کو بہت کافی پیچھے ہٹا پڑا۔

پہنسی نے تو ہر کر لیا۔

عطاء الدین نے اپنی عوار زمین پر پہنچ کر کہا: "اس راجپوتی حسین نے مجھے ہرا دیا
اسی نے مجھے ہرا دیا۔ میں اسی سے ہارا۔"

نوحہ کر دیا۔ اس کا حکم دے دیا گیا۔

ابن مسلم کو پتہ چل گیا کہ عطاء الدین نے اس میں تھی۔ وہ بھی جوہر میں شہر یک ہو گیا
وہ بھی مل کر گری۔ مگر وہ نہیں سکتی تو پھر کہاں گئی؟ وہ قوت سے انگ ہو کر دیکھتا ہوں
میں دیوانہ وار روانہ ہو گیا۔

تو ایک کی سرنگی گروں میرا بلکے تھی۔ کھینچ کر اس کی ہاتھوں میں اس کی پیٹھ کی سی تھی۔ ہاتھوں
وہ اس کو مست کر دیتی تھی۔ اس کے دل میں گڑبڑ ہوتی۔ اس نے چاروں کے راجہ کو خط بھیجا کہ
اس کے توالے کرنے۔ راجپوت راجستھ خط لکھتے ہی شہر میں گرا۔ مگر اس کے دل میں
نے فوراً فتح کشتی کا حکم دے دیا۔ اب شہر میں ایک شہر کا شہر ہوئے تھے۔ شہر کے
کے ساتھ جتنے۔ یہ سوار پڑی ہوئیوں کو لکھوں میں ساتھ لے جاتا۔ ہر راجا ہر راجا
برجرات کو توالی ہوئی یہ نوحہ راجستان میں منگل مناتی ہوئی چوتھ پہنچ گئی۔

چوتھ کا راجہ سب راجپوتوں کا سردار تھا۔ اس کی ناموں کا معارف تھا۔ اس نے
تمام راجپوت اسی دن سے جمع ہوئے تھے۔ جب سے اس نے عطاء الدین کے نام کو مارا
تھا۔ چوتھ کا قلعہ بھی یہ منبر لکھا تھا کہ اس کو توڑنا ممکن تھا۔ عطاء الدین کے مقابلے کے لئے
موجود تھی جس نے اس کے کسی حمل کو نہ دیا۔ ابن مسلم نے ایک شہر دیا کہ پہلے عطاء الدین پڑی
کو پتہ چلے عطاء الدین اب دیکھنا صاحب عزم اور خود بخوار سپاہی نہیں رہ گیا تھا۔ جس کے
کوتہ کو تے وقت تھا۔ اب تک وہ سنہ سنائے حسن پر ہی عاشق ہوا تھا۔ اب اس کی جگہ میں
تھا کہ تے کشتیوں سے پہلے گروہ پڑی کو دیکھنے لگا تھا۔ قتی مسیح کا اعلان ہوا
بات کے لئے بھی گیا۔ آتا کہ چوتھ کے قلعہ میں اس کے راجستھ فوراً اجازت دے دی۔

ایک روز عطاء الدین راجپوتوں کے خیمے کے پاس آکر بیٹھا۔ اس کے سامنے دامن
طرف ایک قدر کم آئینہ رکھا گیا جس میں ایک خیمے کا اور دکھائی دے رہا تھا۔ دیکھتے دیکھتے
اس میں ایک حسین عورت دکھائی دی جس کے حسن کی کوئی تہا نہ تھی۔ عطاء الدین دیکھ کر
رہ گیا۔ ایسا حسن اس نے کبھی پہلے دیکھا تھا۔ اب جو کہ یہ ایک طرف دیکھنے لگا۔ چوتھی
اندھا ہو گئی۔ وہ تو اس خیمے کی طرف بڑھا اور خیمے میں گھس گیا۔ خیمہ خالی تھا۔ اس نے
باہر آکر اندر آکر ان کے اندر مارا۔ سب مسلمان فوت ہوئے۔ وہ تو اس خیمے میں گھس گیا۔
مسلمان ایک ایک خیمہ میں گیا۔ مگر سب اس کے معلوم ہوا۔ پھر اس کے ساتھ کی تہا یہ خیموں

حصہ دوم

بہر سو قصہ سبیل

(حضرت تقی الدین اویسی کی حیات الہی فنون شاہ پر کرامت سے جمال الدین اکبر شاہ کی تریخ پر مبنی)

شاہ نظام الدین اویار کا دیار جا ہوا تھا حضرت دیار سے ملے ہوئے ایک تلمین
پر جلوہ افروز تھے پیچھے گاؤں بھگوانا ہوا تھا تلمین کے کونے چنیت ایہ چنیت ویران تھی تھے
دور دور تالیوں کی تھار تھوڑا سا چلی گئی تھی یہی ہے وہاں تماشہ ویران تھی تھے خلق خدا
اگر انہی حاجت میں کرتی۔ کوئی شاہ اعلیٰ مقام کے ہاتھ چوستا کرتی پیروں پر گرنا۔ اپنے دلی
مقاصد بیان کرنا حکم شاہ اعلیٰ نے پیروں لوٹ جانا۔

☆ ایک شخص اگر دست بستہ سامنے کھڑا ہو اور برا مسخرہ قیامت الہیہ خلق شاہ و ملوک
میں امراء سے کہا کہ دلی پہنچے ہی ہم سب کو براہ کر دیں گے۔

شاہ صاحب نے اطمینان سے مسکرا کر فرمایا: "ہنوز دلی دور است :-"

پھر ایک آدمی اسی طرح کھڑا ہوا اور ہر لا "حضور وہ بہار پہنچ گئے :-"

حضور نے پھر اسی اطمینان سے فرمایا: "ہنوز دلی دور است :-"

"حضور وہ بہار میں پہنچ گئے :-"

"ہنوز دلی دور است :-"

"حضور وہ پریاگ پہنچ گئے :-"

• جنوز دلی دور است •

• حضور وہ اور وہ پار گئے •

• جنوز دلی دور است •

• حضور وہ کل تعلق آباد پنجہ جانی •

• جنوز دلی دور است •

• حضور شہزادے جو ناخاں ان کے استقبال کے لئے جا رہے ہیں •

• مسلم •

مریدوں کی قطار میں سے مسلم تک کراٹھا اور شاہ صاحب کے سامنے آکر دست
کھرا ہوا حضور نے ایک مہر لٹا ہوا خط اپنے پیچھے سے اٹھایا۔ اسے مسلم کو دیا اور فرما
"ابھی جاؤ اور تم ان کے ہر کام پر رہنا۔" مسلم اٹھ پانچوں دربار سے باہر نکل آیا۔

پھر ایک شخص نے عرض کی: "سلطان تعلق آباد پنجہ گیا۔"

• جنوز دلی دور است •

• حضور شہزادے جو ناخاں اور دوسرے اہلکار کے ساتھ پہنچا تو

اُس نے دیکھا کہ ایک عارفی کروشک بنی تیار ہے سلامی اور دوسری رسول کے بعد کھانا
کھانے کے لئے بادشاہ کو اس میں بٹھایا گیا۔ کھانا نہایت درجہ پر تکلف تھا۔ اس کے بعد
بہت سے لوگ کروشک سے باہر نکل آئے مگر بادشاہ اور اس کے خاص اہلکار بیٹھے رہے۔

کے قریب سے ہاتھی دوڑتے ہوئے نکلے عمارت چلنے لگی۔ بادشاہ کے قریب کے اہلکار
سے کچھ اور شہزادہ جو ناخاں باہر نکل آئے۔ عمارت گر گئی اور بادشاہ مع کئی ساتھیوں کے
وہاں گر گیا۔ اس کی نقش کو ڈھیر میں سے نکالا گیا اور قریب ہی ایک مقام پر دفن کر دیا گیا۔

مسلم نے سارا واقعہ درگاہ میں آکر بیان کیا۔ تمام مریدوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اہل
کلیں میں اس کی بہت کی خبر پھیل گئی۔ جو ناخاں ہمہ تعلق کے لقب سے سلطان ہوا۔ وہ

شاہ نظام الدین کی پابوسی کیے آیا۔ اپنی مسلم کو محسوس ہوا کہ اسے سلاطین سے زیادہ اہم سمجھتے تھے۔

محقق شاہ حکم طاعت سلطان تھا شاہ نظام الدین اور اہلکار کی طاقت۔ اسے کبھی زیادہ تھی۔

اسی رات قوالی کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ یہ خبر سونے ایک لاجواب نزل کئی جو گائی گئی

ذراوں نے سندرہ پال اٹھائی تالیاں بجائیں ایک نے مسرے پڑھا۔

نئی دامن چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم

تمام محفل متوجہ ہو گئی۔ کئی بار نے بدل بدل کر یہ مسرے گایا گیا پھر ایک دم سے

مدد ہوا مسرے پڑھا یا گیا۔

بہر سو رقصی بسمل بود شب جائے کہ من بودم

شاہ صاحب نے زور سے آہ بھری اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ تمام محفل اٹھ کھڑی

ہوئی۔ قوال بھی کھڑے ہو گئے اور پورے شعر کو بخیر آواز سے پڑھنے لگے۔ ایک سر ہانچنے لگا سب

ناچنے لگے۔ شاہ صاحب پر وہ کما عالم تھا۔ انہوں نے ایتر خستہ کا منہ چوم لیا اور شعر کو دہرائے

لگے۔

نئی دامن چہ منزل بود شب جائے کہ من دامن

بہر سو رقصی بسمل بود شب جائے کہ من بودم

مسلم ایک دہرے سے لگا سا راسخاں دیکھ رہا تھا۔ حقیقت میں ہر سورت قریب بسمل تھا

نہ معلوم کتنی بزرگ قوال شعور ہلاتے تھے اور یہ سب بسمل تلپتے رہے۔

ابن مسلم اپنے خوابوں میں گم ہو گیا۔ بات دہائی کو اس نے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا تھا۔

راجہ تانہ کی بیٹیوں کی کوہوں میں جو تانہ ہوا وہ منہ کے بیگتوں میں جھلکا تھا۔ غراب میں اس

نے دیکھا کہ بات دہائی سنگم پر کھڑی ہے۔ ہوا کہہ رہی ہے میں جلی نہیں۔ آدمیرے پاس آؤ میں

بیٹھ کر ہوں۔ وہ پھر اٹھا کر مل دیا تھا۔ منہ دیکھ کے کنا سے پہنچا تھا۔ پھر غراب میں داخل

ہو گیا تھا جسم پلٹے لٹے تھے پیر سر جگے تھے۔ لاہر پہنچا تھا۔ دانا گنج بخش کے مزار میں داخل

ہوا تھا وہاں کیا ہوتا تھا قوالی نہیں ہوتی تھی۔ اس کا بھیان پھر تلپتے ہوئے مریدوں کی طرف

ایک بادشاہ صاحبِ پیشہ تھے۔ صاحبِ مرید بھی پیشہ کرتے۔ فراروں کے دو ملہ شعر لکھایا۔
 رقیباں گوشِ برآواز و آواز و رننا زدن ترساں
 سخنِ کفن چہ مشکل بود شبِ جلائے کہ من بودم
 مستم کو محسوس ہوا کہ یہ شعر اس کے لئے کہا گیا تھا۔ پارسی ناز میں غائب تھی وہ دریاں
 تعدادِ محسوس کرتی ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور لپکتے لپکتے وہ ملت میں کہتا "رقیباں گوشِ برآواز۔
 رقیباں گوشِ برآواز" پھر کسی چکر کھانے لگتا اور رننا زدن ترساں "یہ کہتا ہوا بادشاہ
 صاحب کے پاس آیا اور قدروں پر گر پڑا۔ بادشاہ نے اس کی پیشہ پر ہاتھ پھیرا۔ وہ پیشہ
 گیا اور رہ گیا۔ قوال شعر کی حکمران کرتے رہے۔ غزل کے اور شعر لکھتے رہے۔ تعریفیں ہوتی رہیں
 آخر قوال قتل ہوا۔

کر دیا تھا۔ پھر اس کی فتح تھی۔ سلطان دین نے ہار مان لی تھی۔ سلطان احمد دہلوی کے ناز سے
 بھی ترساں بنا دیا تھا۔ وہ فراتی میں بھی ترساں تھا۔ گریہ کے ساتھ کہتا تھا: "ہو جاؤ گئے کی امید
 تھا اندھ لہری پہلی عجز تھا۔ تلواری تھی۔ گھوڑا قاتل متعجب کیا گیا۔ اس کا کھڑا تھا۔ گھوڑے زخم
 گھوڑا غائب۔ پادتی کہاں تھی معلوم نہیں۔ شگم پر اس کا مندر بھی غائب ہو چکا تھا۔ وہ آج
 ڈھونڈتا ہوا ابھر آیا تھا۔ کیا دیکھا تھا سلطان محمد تغلق شاہ کو اپنے باپ غیاث الدین تغلق
 شاہ پر کیڑا لگاتے ہوئے۔ کہ شگم کو درجنائی تھی۔ ہاتھی پاس سے بھاگے گئے تھے
 کس کے حکم سے؟ "ہنوز دہلوی درواست کا افسانہ شاہ صاحب کا افسانہ طاقت پر بہرہ
 دکھاتا تھا۔ اب ان کی ہی حکومت ہے۔ وہ ان کا ہی ہے۔ گروہ اس کے مدبار سے نکل جاتا
 جاتا ہے۔ کہاں؟ کہاں؟

لگے ایک دن پرک کر پھر اگر اتنی مدت طاری ہوئی کہ وہ سال ہو گیا سلطان ملو رہی زیادہ پاگل
ہو گیا۔ اس نے حکم دیا کہ آتی سے وہاں سلطنت دیوگری چل دیا جائے۔
مسلم اب اپنے شمس بہت ہی اکیلا محسوس کرنے لگا تھا۔ تین ماہ کے اندر ہی دنیا
کا تپیش ہو جانا ایک ایسی عجیب حالت تھی جس نے اس کا بھی سر جکڑ دیا تھا۔ اسے امیر خسرو
سے خاص طور پر محبت ہو گئی تھی۔ امیر کی والدہ اس کی آٹا کی ہتھول میں سے تھی اور امیر پہلے
معروف مسلمان تھے جنہوں نے ہندوستان کے گن گائے۔ اس نے امیر خسرو کا سارا کلام
نقل کر کے اپنے پاس رکھا تھا اور وہاں وقت میں پڑھا کرتا تھا۔ آٹا کی یاد کو امیر خسرو کے
ان اشعار سے تسکین ہوتی جن میں ہندوستان کا ذکر آتا تھا۔ خاص طور پر وہ یہ شعر دہراتا۔

نہت خرامش آں نازیں بہ عساری

کیو تر سے بر نشاۃ آمدہ است پنداری

مثنوی دیول رانی اور مخفر خان کو وہ بہت زیادہ پڑھتا۔ اس میں ہندوستانی
دلک پرورد میں آجاتا اور اس ٹکڑے کو تو اس نے زبانی یاد کر لیا تھا۔ اس کی نگاہوں کے
سامنے آٹا پادلی کی تصویر پھرتی اور وہ عجیب عالم میں پہنچ جاتا۔

بتان ہند۔ رانہت ہمیں است

چہ گیری نام از یغیا و خسلخ

پیدا آری سپید دسوخ روستے

دگر پسی خبر از دم دازد و سس

سپید ہنہ ہچوں کتہ دہ۔ ج

خطائے تلک چشم راست جینی

لب تا تا از خوشنواں نہا شد

سمرقندی دا پنہ از قندھا رند

بہر یک موئے شان مراد ملک صفت

کہ غالب تیر چشم اند و بر شش تیغ

چو گھائے خراسان نگہ بے بوسے

از ایشان نیز آید لا بر دیوس

کوز ایشان ہم خند کا فون صدق

مغل را چشم و بینی خود نہ بینی

خونہ اخو ملک چہ دل بنا شد

بجز نامے زمشہ بینی نہا رند

بہرودوم ہم ہمیں خدا شند

وہلے تپتی و چپ لاک کی خدا شند

اسے محسوس ہوا کہ ایسے بے شمار آہ کو بیکہ کر لکھے تھے۔ مثنوی نے پہلے کے چار سو
ہیات جو ہندوستان کے رہنے والوں کی تعریف میں ہیں اسے بہت بھالتے ہندوستان کی حق
دیکھ کر اسے یہ شعر یاد آتا۔

ہیات ملک ہند کہ محبت پر جنت است

محبت ہمہ بہر قاعدہ ملک استوار

جب ہوا چلتی تو یہ شعر یاد آتا۔

نہیج ملک ہند بعض از ہولے خوش

بر دم و بر عراق و خراسان ہر ف باہ

ہندوستان کے لوگوں سے مل کر وہ اکثر یہ شعر پڑھتا۔

توجہ اہل ہند براہل مجسم ہمسہ

لذت برک و لذت و دلباسے ہوشیار

اُسے ہندوستان کی زبان سے بھی محبت ہو گئی تھی اور اس محبت کا اظہار وہ امیر کے
اس شعر سے کرتا۔

اہیات گفت ہند محبت کہ راجع است

برادری و ترکی از الفاظ خوش گوار

وہ خسرو کے کلام سے گہر عشق رکھتا تھا اور خسرو کا یہ فخریہ شعر اس سنے میں اس
کا ایمان تھا۔

محبت در آن کہ چون خسرو بہن سحر گزشت بہ چرخ کہن

مثنوی مخفر خان اور دیول دیوی اسے بہت ہی زیادہ مرغوب تھی اس کا وہ

ہیں یہ چندستان کی تاریخ، مسلمان جوئی ہے اس کے لئے بڑے ہیرو اور فرزند تھا۔ اس کے
 شروع کے لشکر جو چندستان میں فریبک، مسلم ہوئے، جس میں اسے زبانی یاد تھے جس کے ساتھ
 وہ کافی رہا تھا اور ان کے اتفاق کو بھی یاد کیا کرتا تھا۔
 مگوں کا خاص کام سلطان اور شاہ کے درمیان ربط قائم رکھنا تھا سلطان ترقی
 آئے اکثر باتیں کرتا اور شاہ نظام الدین اور یار ولی میں اپنا خلیفہ شاہ تغیر الدین چچا
 کو مقرر کرتے تھے اس کا اور اس کا ہوتے کاس تھے ہی تھا اور سلطان کے یہاں سے واپس
 آکر وہ ان سے بھی اچھ بات چیت میں مشغول ہو جاتا۔
 ایک دن محمد تغلق نے اسے اپنی آرام گاہ میں طلب کیا، سلطان چنگ
 بیٹھا ہوا تھا پاؤں زمین پر تھے بچہ میں غرق تھا، بیہوشوں کی سی شکل تھی مستم مدہود کھڑے ہوئے
 "مجھے بڑی فکر ہے کہ ان صوفیہ کا کیا کروں۔"
 جو حکم ہو۔
 حکم میرا حکم، اصل میں تو سلاطین پر صوفیہ ہو رہے ہیں۔
 مستم خاموش رہا۔
 سلطان المشائخ محبوب الدین نے غلام الدین علی ایسے جلیل القدر بادشاہ کو ٹھکر
 پوسا رہا۔
 "مجھے علم نہیں میں اس زلزلے میں سر بھرا تھا۔"
 سلطان غلام الدین نے ایک دفعہ ان سے ملنے کو کہا تو انھوں نے کہل بجا
 کہ میرے قہر کے دو دروازے ہیں اگر بادشاہ ایک دروازے سے داخل ہوگا تو میں دوسرے
 دروازے سے باہر نکل جاؤں گا..... میرے باپ نے ٹھیک دیکھ دیا تھا کہ ان کا
 زور کم کرنا ضروری تھا..... مگر آفت چلتے دو۔
 مستم مشدد رکھڑا رہا۔

۹۱
 خیر میں نے غلطی کی، اب میں ان کا زور کم کر دوں گا یہ لوگ ناجی نہیں ہیں
 کر کے دعایا کو جھوٹے بھرتے ہیں۔
 سلطان اللہ گراما ان زمین پر چٹا نکلا، اک دم سے ہوا: چراغ سے کہہ کر
 وہ میرے خدمت گاروں کے میرے کپڑے بدلانے کی خدمت ان کے سپرد ہوئی اور
 دوسرے صوفیہ سے بھی ایسے ہی کام لئے جائیں گے۔
 مستم ہوا آیا اور شاہ چراغ کے پاس باورپ بیٹھ کر سلطان کا حکم سنایا، اپنے
 فرمایا: اس باگل کو کیا ہو گیا ہے، کہہ دو ہم اس کے علم سے انکار کرتے ہیں۔ مستم نے بات
 سلطان سے؟ اگر کسی سلطان نے نور بادشاہ چور کی گزند کی کا حکم یا سپاہی بن کر کپڑوں کے
 عقیدے میں ڈال دیا۔
 قید میں مستم ان سے ملا کہ وہ بر باتوں کے بعد شیخ نے فرمایا تھے وقت میرے شہد
 نے ہدایت کی تھی کہ تھیں دل میں وہ کہ حق کے علم و حکم رواشت کرنا چاہیے۔ تو مجھے سلطان
 کا ہنگامہ حکم مان لینا چاہیے۔
 مستم نے سلطان کو اس بات سے مطلع کیا، سلطان نے فوراً اپنی کا حکم و شیخ کو
 قلعہ میں رہا اور ان کے ساتھ بہت سے صوفیہ بھی مختلف قسم کی خدمت میں مدد و نظر آئے۔
 سلطان نے اس طریقہ زیادہ توسلحہ کر اپنے سے وابستہ کر کے ان کی سرگرمیاں کم کر دیں۔
 قوس پر بھی اسے قرار نہ کیا شیخ غلام الدین غلامی کو اس نے مدد سے نکال دیا اور
 غلام الدین بھی کچھ چلنے کا حکم دیا، شیخ شہاب الدین نے خدمت سے انکار کیا تو سلطان نے
 ان کی وادھی کو اپنی منکرانہوں نے خدمت قبول نہیں کی، سلطان نے انھیں بھڑکایا مگر پھر
 کہہ دے کہ بعد بوجھا اور انھیں نے پھر خدمت سے انکار کیا اور کہا: میں اس کی ایک خدمت
 نہیں کروں گا۔ قاضی غلام الدین اور جہاں کے وہاں مقہور پیش وراشیخ نے سلطان کے حکم
 کی مثالیں دیں، سلطان نے انھیں تکلیف دے دے کر مرد و زالا مستم کو یہ شہادہ دیکھ کر

بڑا مسکس ہو لنگرہ کیا کر سکتا تھا۔

مسلم کا یہ کام تھا کہ وہ حاضر خدمت رہے، سلطان حکم سے اسے بھانسنے
اس قریب کی بنیاد سے سلطان کی برت سی تھی، تیسرا معلوم ہوئی، ایک روز خلق حاکم
کو سلطان نے بلوایا، وہ آیا تو بادشاہ شمس سے منہ موڑ کر اذہم سے میں بیٹھ گیا، تھوڑی دیر
دونوں خاموش رہے پھر بادشاہ نے فراموش کر دیا کہ آئی کوئی آدمی اللہ کرے کہ کچھ ہو
تھے تو ہم اور تم کس دلیل سے اسے قائل کریں گے۔

خلق حاکم نے کافی دیر قیام کے بعد گفت لہجہ میں کہا۔ "ایسے حرام زادے دلو
حق بد بخت بے دولت کے لئے دلیل کی کیا ضرورت ہے۔ اس وقت آپ نے قیام
سے شک اور شہر میں سلام نے اس طرح اقتدار حاصل کر لیا ہے کہ آپ کے غلام اسے جوتیا
دار مار کر قتل کر دیں گے۔"

اس پر سلطان نے صبر سمجھا لیا اور کچھ نہ کہا۔

پھر ایک دن منصور ملک سے اس نے سلطان کو کہتے سنا حضرت ابو بکر
حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے کیا کیا ہے جو ہم نہیں کر سکتے۔
ملک منصور نے جواب دیا وہ پاک لوگ تھے اور ہم جید ہیں۔

ایسے واقعات کے بعد مسلم اکثریت نتائج نکالتا تھا کہ محمد نقش اسلام سے منبر
پر رہا تھا، مگر ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی دیکھتا کہ سلطان نماز کا بڑا پابند تھا اور شیخ عبدالعزیز
مدد لوی کی بڑی عزت کرتا تھا۔

دوسری طرف شاہ فیصل الدین پورخ سلطان کی خدمت میں حاضری کے باوجود مقامی
مسلم کے کام کو زور دیتے رہے انہوں نے خلفا کو ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں بہت
کیلئے روانہ کیا۔ بادشاہ کی خدمت سے وقت نکالی کر وہیں پہنچتے تھے وہ فراتے ایک مسئلہ
نہی میں وہ اقتدار سے غور و خوض کرنا یا ان غروں کی عبادت سے بہتر ہے، اکثر شیخ مہارے

ہو کر لنگرہ میں کر پڑ کر تھے شیخ کی صوفیانہ شان کے ساتھ علم فضل کا بیٹھا میں چاروں طرف بند
میں باحکام طور پر لوگوں کو مستقیم نہیں ۱۱۱۱۔ بدھیتہ وقت نکلتے سنا۔

سلطان زیادہ سے زیادہ پاگل ہو گیا، اس کی سب سرگنیں بناد توں ختم ہوئیں۔
اور صرف یہی بنیاد جس شروع ہوئی، بادشاہ ان کو فرار کرنے کے لئے جانے لگا، مسلم حاکم
میں رہا، ان کو خبر تھی کہ شمس کے قریب اس کا انتقال ہو گیا، شیخ اس کے ساتھ ہی تھے۔

جب کہ خلق ہم نہ رہا تھا تو شیخ کے سامنے اس کی جائیشی کا مسئلہ پیش ہوا شیخ
کا صبر بھلی اب کام آیا، سلطان کے خدمت گار ہونے کا یہ صلہ ملا کہ سلطان گریہ کرنے لگے۔
آپ میں اکابر میں پیش پیش تھے جنہوں نے فیروز خلق کو پیغام دیا۔ آپ نے فرمایا وہ تو
کا اپنے خلق سے مخلوق کے ساتھ عدل و انصاف کرے وہ نہ ان پر کس زندگان خود کے لئے
اللہ تعالیٰ سے دوسرے فرماں بردار طلب کیا جائے۔

سلطان فیروز نے جواب دیا: میں خلقت خدا کے ساتھ علم و برپاری کروں گا۔
اللہ اتفاق و محبت سے ان پر حکمرانی کروں گا۔

حضرت شمس نے فرمایا: "اگر تم خلق خدا کے ساتھ خلق و برت کر کے تو ہم نے بھی
تمہارے لئے خدا سے حکومت طلب کی۔"

اس واقعہ کے بعد مسلم کو محسوس ہوا کہ صوفیانہ امتحان کے دور سے گزر گئے، شاہ چراغ کو
وہ ملاقات حاصل ہو گئی جسے الشیخ کو حاصل نہ ہو سکتی تھی، صوفی کا دور اب عروج پر پہنچا۔
مسلم دہرے یا نکل نکل کر پورے صوفی ہو گیا، حضرت چراغ نے ان میں فیروز خلق کی تخت نشینی
کے چند سال بعد وفات پائی، ان کے جانشین نے مسلم کو براہ بندہ قرار دیا، لیکن وہ نہ حسب حکم دکن و سرحد
کے لئے مسلم بھی ان کے ساتھ گیا۔

حضرت سید محمد یحییٰ الملقب بہ خواجہ بندہ نواز گیسو دہانہ مسلم صوفی میں پہلے شخص
تھے جو مسکرت سے بخوبی واقف تھے اور ہندو مذہب کا مل علم رکھتے تھے مسلم کے لئے ان سے

نزد ہر محل انسان ایک کوئی اور نہ ہوا تھا اس کی ہر اہلی میں تسلیم گزرا تھا۔ تقاضہ یہ اور ہے
 یہ تیرے برادر ہوتا ہوا گھڑا تھا ہر بیباں یہاں کچھ عرصہ تک بام رہا یہاں معلوم ہوا کہ وہاں
 میں ہر محفل کے خاص طور پر سرگرمی ہونے لگی تھی اس سے ایک نئی تحریک اٹھ اٹھی تھی اس میں ہر ایک
 نے جوش و خروش کوئے اور بزرگی اور بزرگیت میں جو شہر بھگوان کے گن گاتی تھی وہ
 اعلیٰ عالم کے ملک میں ہندو مت کو ایک نئی زندگی بخشنے خواہ بندہ و نواز سے کہ یا کہ یہ
 جو ایک تینے اسلام کے خلاف تھی اور وہ اس سے لڑنے کے لیے پورے طور پر تیار تھے۔ وہ
 گوات سے دولت آباد تھے۔

یہاں ایک روز کچھ پنڈت اور بولی بحث کرنے کھلے آئے کچھ باتوں کے بعد
 یہ پایا کہ جو بحث میں کامیاب ہو اس کے ذہن پر دوسرے کو کھانا ضروری ہوگا۔
 خواہر کیسور دانتے کہا: پہلے آپ اپنی بات شریع کریں۔
 پنڈتوں اور لوگوں نے کہا: نہیں پہلے آپ کہیں۔

شام نے مسکرت کی کتابوں سے مدلل بحث شریع کی ہندو مذہب کے تمام اصول
 بھائے اور چچا میں ٹھیک سمجھا دیں۔
 پنڈتوں نے کہا: آپ بالکل ٹھیک فرماتے ہیں۔

شام نے پھر ہندو مت اور اسلام کا موازنہ کیا اور آخر میں کہا: اب بتاؤ کہ
 اسلام بہتر ہے کہ نہیں؟

پنڈت لوگ حیران ہو کر ان کے مدینے سجودے میں گر گئے۔
 آپ نے ان کو اٹھاتے ہوئے کہا: یہ سب بیکار ہے اس طرح کسی آدمی کا پوجا
 بیکار ہے۔ اب تم کہنا ہو کہ موافق اسلام آنا چاہیے؟

ایک پنڈت بولنا میرے خاندان کے لوگ ہیں ان کو کیسے چھوڑوں؟
 دوسرا بولنا مگر ہمارے بزرگ جس دستانے پر تھے اسے کیسے چھوڑیں جو ان کے لئے ٹھیک

۶۵
 تھا ہمارے لئے بھی ٹھیک ہے۔
 شام صاحب نے ان کی دعوت ملازمت کی مگر وہ نہ مانے۔
 ہندوؤں کو بدنامی بہت ٹھٹھکی ہے آپ نے فرمایا

شام صاحب کو سماج سے خاص دلچسپی تھی مجھے سماج سے شام کر دیا ہوتی تھی
 میں ہندوؤں کو بھی اپنے کی اجازت تھی، مذہبی میں غزایات کے ساتھ کہیں میں بھی گیت گاتا
 جاتے تھے اس سے بہت ہندو متاثر ہوئے اور انکوں سے زیادہ تبلیغ کے لئے یہ ذریعہ مفید تھا۔
 اکثر نو مسلم گیت گاتے پھر ان کے ذہن سے بہت سے ہندو مسلمان ہو گئے۔

کچھ عرصے کے بعد یہ بنجرانی کہ ایک بے لگن بادو کا تھا، کافی موٹی آتی ہے اور ہر شے
 اس کے رنگ میں محوم کی جاتی ہے تسلیم کر لے دیکھنے کا بڑا شوق ہوا۔ وہ ایک درخت کی نیچے ٹھہر
 تھی، پھر گا لڑا جا کر تھی اور لوگ اس کے چاروں طرف جمع ہو جاتے تھے ہتھ پیر بنچا
 دیکھتی تھی پھر گیت پڑھتے ہوئے اس کی طرف آتی۔ وہ نور پور چان کیلئے اس کی
 انا پادنی تھی۔ اس نے چاہا کہ بڑھکر اس کو اٹھائے تو وہ اپنے پتے پر سے گھٹتی اور ہنسنے لگی
 کے ساتھ اسے دیکھتا رہا۔ تاچتے تاچتے اس کی نگاہ سہم پر پڑی۔ وہ توجہ روگ کر دنگ کھڑی
 رہ گئی سب لوگ مسلم کو دیکھنے لگے۔

آنا! مسلم نے حسرت سے کہا۔
 مسہم؟ آنا نے کہا۔

دو لڑکا ایک دوسرے سے مہم کے سامنے پہلے گئے سارا بچہ دنگ کھڑی رہا
 اب دونوں ساتھ ساتھ دو دھاکڑا کر تھوڑے پتے شام کے گھر میں مسلمان بڑے تعجب میں
 آئے کہ یہ کیا برا تھا؟ تماشا سنی ہندو یہ کہہ کر کہ پانچوں نے ایک مسلمان کو دنگ کھڑی کر دیا۔
 کچھ عرصے میں گھر پر سے کچھ ہاتھ جوڑ کر گزرتے ہوئے انہوں نے نفرت سے دنگ کھڑی کر دیا۔
 ہاں بیان کیا۔

حضرت یسور راتے فرمایا: میں جانتا ہوں وہ ان کی مشکوہ بندہ کو کوئی بھی
دوسری وہ تلاش میں تھے شکر خدا کا کہ وہ زوں میں گئے۔

مگر اس واقعہ پر چند قلمی بڑا اثر پڑا۔ ہر کی چٹانے: ایک ملان اسرفی جہاز
بیرون کو بھگائے گیا: ہندوؤں کا ایک گروہ حضرت یسور رات کی خدمت میں حاضر ہوا۔
حضرت نے ان سے مسلم اند آنا کا سارا واقعہ سنایا۔ وہ لوگ تعین ذکر کیے: انا اللہ مسلم ان کے
سینے میں ہوئے۔ انا لے گیا: میں اس کی تلاش میں ہی پھر ہی تھی چوتھ سے راستہ بھول کر
اور حضرت گئی تھی: اب یہ بچہ کوئی تھا: میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔

وہ لوگ: آپس چھپے تھے۔ مگر عام راتوں کو نہ بھلا سکے۔ خاص طور سے میرا کی بوجھ
نے آتا جیت تھی تھی۔ اس کا حسن اس کا فن ان کے لئے بڑے فائدے کی چیزیں تھیں۔
وہ لوگ ایک گروہ بنا کر حضرت یسور رات کے گھر پر چڑھائے شہر میں بدلتی اور فساد کا ڈر
پیدا ہوا۔ سرکاری حکام کو خبر دی گئی۔ حکام نے ہوا کو آدھو سے پہنچنے والی ہیں۔
ایک ٹھکانے پر: ان اس کے پیچھے ڈولے میں آنا اس کے پیچھے ایک فرور سارا
لے ہوئے۔ ات کے امتیاز سے میں جاتے دکھائی دینے اور کچھ دیر کے بعد تاریکی میں
غائب ہوئے۔

مسلم اپنی پت میں مقیم تھا کہ ہاں خواجہ شیخ احمد درونیوی تشریف لائے
ہایات میں معروف تھے۔ وہ ان کے سلسلے جا کھڑا ہوا تو ان سے اپنے ساتھ
چلے کو گیا۔ وہ مدلی ہتھا اشیخ کے خط لکھے ہوئے ایک مکان میں رہنے لگا۔ آگہ یاک
میں معروف رہتی۔ شیخ کی خدمت میں حاضر رہتا اور ہر قسم کی ہایات حاصل کر رہتا۔
محویت کے عالم میں رہتے۔ انھیں دنیا اور اعلیٰ دنیا سے سخت نفرت تھی۔ ان کے تہ
کوئی، ہاں دنیا میں سے تہ ان کو ان کے جسم مبارک پر لرزہ پڑ جاتا۔ وہ جامع مسجد میں سہ
پہلے جاتے اور خود چھاڑ دیتے۔ نماز میں موز پر جلتے۔ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے۔

سختے شکستہ است از ہم عالم ہر اسے یار

آن سے ہر اسے یار دو عالم تو اس شکست

محویت کا یہ عالم تھا کہ ہالیوں اور اقربا کو بھی نہ پہچانتے۔ نماز کے وقت
کوئی بھی قریب ہوتا تو حق حق آواز بلند کیا تو ان کی آنکھ کھلتی تو پھر بار
بجھ جاتے۔

مردوں سے ہمت محبت کرتے تھے اور نہ لے تھے: حق سے لے لے لے

شیر کی خدمت فرمائی ہے۔ زخم سے مراد چول سنگہ اور کبھی فراتے مہروں کے
قی میں میری حمایت ایسی ہے جیسی آسمان کی حمایت زمین کے حق میں رہتی ہے۔ جب تک
میں مرادوست اور مرید بنیت میں نہ رہا ہوں گے میں ہرگز بنیت میں نہ جاؤں گا۔

ایک روز ایک برت جا رہی تھی شیخ کی نظر جلال اس پر پڑی پوری برت
جل میں گڑا جھرمٹ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ عالم جلاں ختم ہوا اور انہوں نے نظر جمال اس برت
پر ڈالی سب زندہ ہو گئے۔ اس کرامت کے بعد ان کی حریت اور بھی بڑھ گئی۔ پھر ایک
روز ایک مردہ پاس سے گزرا انہوں نے قسم مافوق، اللہ کہا۔ وہ مردہ زندہ ہو گیا کئی
بار یہاں ہوا ہر مرتبہ ہوا ہوا شیخ رقتی سے مدد پرش ہو گئے۔ تسلیم کر لی حکم ہوا کہ وہ
شیخ پر واپس جاسکا۔ دنیا میں عبادت میں حاضر ہونا ہے۔

شیخ کے لئے شیخ احمد دعدہ دوی کی ذات تعریف کا کمال تھی۔ یہ تعریف کی وہ حد
تعمد جو دنیا اور مافیہ سے ترک کو آخری وجہ پر پہنچاتی تھی سہل گم ہوا گراں ہی کا سامنے میں
معدود ہو گیا۔ اس نے ایک چھوٹی زمینداری حاصل کر لی تھی جس کا تمام انتظام ان کے
ہاتھ میں تھا۔ وہ خود ہجرے میں بیٹھا رہتا رہتا دیر دیر سے لوگ آتے رہتے کچھ شاعر بھی
ہو گئے تھے جن کو مختلف عوام کا درس دینا۔ نماز اور روزہ کا پابند ہو گیا تھا۔ گھر کے پاس ہی
مسجد بنائی تھی جمعہ کی نماز میں لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھتے۔ نماز کے بعد ہجرے میں جا کر خوش
عبادت و تہجد اور مغرب کے بعد پیر آتا کہ آتا اس کے پاس آتی وہ نماز کی غزلیں پڑھ
کر یا گا کر سناتی۔ دفتر کے کھانا کھاتا اور عشا کی نماز کو تہجد سے ملاتا۔ اس کے بعد چائے کے
پاس آکر بیٹھتا۔ دو دن صبح نماز کے وقت لکھتے۔ نماز کو نماز فجر اور کرتے مسلم خلیفہ
پڑھتا ہوا اپنے حجرے میں آتا چکی پیسے میوہ جاتی۔ ان کی زندگی ہوشیار گزرتی رہی۔

صبح ہونے سے قبل بنارس میں آئے کہ کتا رہے مسئلہ نہ آتا نظر سے نہیں گزرتی
راہان کے آنے کا انتظار تھا۔ دونوں بابا رنگت کے پاٹ کو دیکھتے اور طرہ کر سیر میوں کے
پستہ کے پر نظر ڈالتے۔ بیٹھ چلا پناہ دیا تھا۔ انہیں سو ہی جی ہر ترے پتے کے سیر حیاں
لگے کئی سیر حیاں آتے تھے کے بعد آدم سے سام رام کہہ کر گئے۔ بیٹھ ہی پر سے دھندلے یہ
ایک آدمی انہوں کر ان کے قدم چھو تا دکھائی دیا۔

پھر آواز آئی۔ "سو ہی جی میں دسم کے مطابق آپ کا چیلہ ہو گیا۔"
"مگر تم سلطان ہو شیخ محبتی کے مرید" جواب سنائی دیا۔

"یہ تو بھگون آپ ہمیشہ کہتے رہے اور مجھے اپنا چیلہ بنانے سے اسی بنا پڑا
کرتے رہے۔ مگر میں آج آپ کا چیلہ ہو گیا۔ ہری کی مرضی سے، جبری اور مت۔ ت۔ ت۔
پھر وہ دن لگے ملے دکھائی دیے۔ دونوں نے ساتھ گواہان کیا۔ اور
نہانے صبح ہو گئی صبح بنارس اننگ کی طرف سے عجیب پر کیفیت ہوا چلی مندروں کے گھنٹوں
پڑے ہر پلے راگ کے ساتھ بچنے لگے۔ شیخ عطا مندروں کی سونے کی چڑیاں چاک، انھیں
ان کا کس دیر میں پڑ کر نہایت قزاقی و شیرازی میں تبدیل ہوا۔ بیکروں لوگ آتے نہ مانا

۷۰
 تھے۔ ہر گناہ کی آواز گھنٹوں کی آواز سے ہم آہنگ ہو نہ لگی۔ سب ہی رانا مندروں کی آواز
 پہنچا۔ انسان اور پودا کوئی نہ کہے۔ ہر چیز پر ہلکے، لوگ آکر ان کے پیچھے چھو کر جہنم لگے
 یہ تو وہ جزیرہ پاکیر ہے۔ ایک طرف سے مسلم کے کان میں آواز آئی۔
 یہ تو مسلمان ہے۔ ایک اور طرف سے آواز آئی۔
 سواری جی کا چلا ہری گیا۔ بہت پھر تھا جیسے پیچھے ایک آواز آئی۔
 سواری جی جانے لگے تو بڑا زبردست لڑے۔ یہ کبیر آج سے دیر چلا ہے۔ تم سب کو اس کی
 عزت یہی طرف کرنا ہے۔ یہ میرا جو بھلا چلا ہر گناہ۔
 آنا سواری جی کے پیچھے ہیں۔ مصروف تھی مسلم کبیر کے پاس آیا اور بولا۔ آپ
 نے مجھے پیچھا کیا۔

ان مسلم خوب۔ تو تم نے وہ سب ڈھونڈ چھوڑ دیا؟
 اس پسا پسا رعایت سے دل گھر گیا۔
 اچھا تو تم دونوں میرے ساتھ میرے گھر چلو۔
 آنا اور مسلمہ دونوں کبیر کے ساتھ گئے ان کا ایک چھوٹا سا کچا گھر تھا ایک حصہ میں
 پھر رکھا ہوا تھا اور کوڑا لگا ہوا تھا۔ گھر کے اندام کی یہی تھی کہ اپنا لٹے میں مصروف
 تھی۔ آنا اس کا ہاتھ لٹانے میں لگ گئی۔ کبیر لگا چلا لٹے گئے۔ مسلم چہرہ کھٹنے لگا۔
 پھر چار دیواریں نے میں بیٹھ کر کھانا کھایا۔ کبیر کچا دینے بازار چلے گئے۔ تھوڑی دیر
 میں واپس آئے۔ وہ اب مسلم آئے سے سامنے بیٹھے۔ کبیر نے اپنا وہ ہاتھ لٹایا۔

دینی جگہ لیں کہیں تے آئے کہو کون۔ جسے دیا
 اندر رام کریم کیشو حضرت نام و حمد دیا
 دی ہوا دیو دی مسجد برہما آدم کے
 کوئی نہ سنے کوئی ترک کہا لے ایک ہی پر رہے

۷۱
 دینا۔ ہر گناہ سے کیا مسلمانوں کے پاؤں سے
 جنت جنت کے نام سے۔ ایک ہی ہے جہنم سے
 مسلمان جہنم سے لگا۔ اندر آنا، تو تو نے اپنی جان لی۔ تو تو نے اپنی جان لی۔ تو تو نے اپنی جان لی۔
 میں گاہی تھی۔ اندر آنا اس کا ساتھ دے۔ یہی تھی۔ ہر گناہ کے ایک ہی جہنم سے۔ ہر گناہ کے ایک ہی جہنم سے۔
 لگا لگا کر لڑائی دیا۔ ہر گناہ کے ایک ہی جہنم سے۔ ہر گناہ کے ایک ہی جہنم سے۔ ہر گناہ کے ایک ہی جہنم سے۔
 بستی میں جہنم لگے۔ اسی وجہ سے کی آواز سنائی دی۔ اکثر لوگ کبیر کے پاؤں چھوتے۔ وہ چھوتے۔
 ایک جگہ پر ایک اور دوہے کے گناہ کی آواز آئی۔ دونوں لک کر سننے لگے۔

پاؤں پر چھو بیٹیں تو میں پوچھتا ہوں ہمارا
 تاتے یا جانک بھلی ہیں گناہ کے سنسار
 مسلم اس کو لگنے لگے۔ لگا اُسے یا دھو گیا۔
 گھر واپس آکر دونوں باقیں کرتے رہے۔ اس کے درمیان یہ بات چھڑی کر سب
 سے زیادہ نیک کام کون ہے۔ کبیر نے اپنا دوا بنایا۔
 ہری سے تو جن بیت کر پڑھنے سے کر جیت
 مال ملک ہری دیت میں پڑھنے ہری دیت
 سگر اس کام کے لئے انسان اپنے کو میزوں کیسے بنائے؟ مسلم نے پوچھا
 کبیر نے جواب دیا۔

کامی کر دہی لاپی ان دن جگت نہ ہوئے
 بجگتی کیسے سو سو دیا جاتی ہرن گل کھیرے
 کبیر کسی رسم میں تھی نہ دیکھتے تھے اور نماز روزے کے بھی قائل نہ تھے۔ چند دن
 اور مسلمانوں کی ظاہر داری پر بھی انھوں نے مسلم کو اپنے دوہے سنائے۔
 سائیں سے سا پنا جو سائیں ساخی سہائے۔ ہندو ہیں کہیں کھنجاویں گھوٹ ڈالے۔

مردم نے کی بھی یہ میں ایسا نہ بنائے
 میں سرکار میں ہے دھوکے دار رہ جائے
 کہیں کہیں میرا ہونے سے دوسرے کا تے تے
 یہ مسجد کے پاس سے تڑپتے تو کبیرا وہ زندہ رہا دیا گیا کرتے۔
 منہ پھیرت جگ جگ جگ پاس سے نہ من کا پیسہ
 کر کا منکا ڈارو سے من کا من کا پیسہ
 ایک دینہ مسجد میں سے ایک سہ منڈ سے ہونے مولانا نکلے پھر آگے بڑھ کر ایک
 ٹرہ منڈ سے چندوں کا سفر کیا کبیرا یہ وہاں گیا۔
 موڑ موڑ اسے ہر طیں سب کو ڈالتے مڑائے
 بار بار کے منڈ سے بھیر نہ بیگنڈ جاسے
 کچھ دھڑوں رہ کر مسلم اپنے مقام پر واپس آیا۔ اب وہ خود اپنے کھیتوں میں
 کام کرتا۔ کبیرا کے دوسرے گایا کرتا۔ وہ عام رہ چکا تھا۔ مگر اب وہ زیادہ تر یہ گایا کرتا۔
 پورنی پڑھ پڑھ جگ مرانیات جیسا نہ کوئے
 ڈھائی، چھ پریم کے پڑھے سو پندت ہوئے
 پریم میں کا ہی مسئلہ ہو گیا اپنے کام سے فراغت کر کے وہ وہاں امانت خلیق
 کے لئے نکلے کسی بیمار کی تیمارداری کرتے کسی بھوکے کو کھانا کھاتے کسی زخمی کو آدھ بھال
 کرتے کسی بیمار کی تیمارداری کرتے کسی بھوکے کو کھانا کھاتے کسی زخمی کو آدھ بھال
 گاؤں سے سب میں پیر کا رنگ گایا جلتے لگا۔ قریب قریب کے گاؤں کے لوگ اس کے
 گاؤں میں آکر بیٹھنے لگے۔ ایک طرف کافی عمر تک وہ نہ ہی دیم و دوا کی کھنے بندوں نہ
 کرتا۔ ہندو اور مسلمانوں کو یکساں طریقہ پر چلنا کرتا۔ کروڑوں کو توڑنے اور جی اور سچائی کے پھیلا
 نہ اس نے ہی بڑی کامیاب کوشش کی۔

ایک دن اس سے کہ اگر ارشاد وقت سکندر دیوی نے کبیر کو قتل نہ فرمادی ہے
 وہ خود بار بار چننا ہونی منظور تھی مگر کبیرا اکل عین تھے بنارس کے ماسی نے منڈ میں یہ
 تو ہم کو دی کہ کبیرا کو قتل میں چننا کو قتل کیا جاسے۔ جس دن ان کو زخمی دل میں جگہ کو زخمی
 کے کنا سے لایا گیا تو بھی انہیں اس حالت میں دھچکا تھا ساتھ ہوا تھا۔ مگر مگر کی سرور
 کے ذریعے کئی دم نہ رہ سکا تھا کبیرا کو ایک کشتی میں بھجوا دیا گیا اور زخمی کو کشتی سے من
 دیا گیا کشتی کبیرا کی منہدار میں لاکڑیوں میں پھر ہرے گئے۔ ملائے تھے ہرے انگ پر تے
 کشتی کو تھی ہونی نظر آئی۔ لادب گئی کنا سے پتہ بھنے والے روئے گئے۔ سرکاری ملازم پہلے
 گئے۔ اس کے تھوڑی دیر کے بعد کبیرا تھے ہرے کنا سے پر آتے نظر آئے کنا سے پتے
 سب لوگ خوشی سے اچھل اچھل پڑے۔ سب خوشیاں مناتے ہوئے خیر گھر پہنچے
 مسلم ان کے ساتھ رہا۔

حکومت کے ملازمین کو خبر ہوئی تو ان کو پھر پھر کر قاضی کے سامنے لایا گیا۔ قاضی
 نے حکم دیا کہ کبیرا کو گ میں جلا دیا جائے۔ وہ اس میں چھوٹے گئے۔ مگر آگ بجھ گئی اور تات
 نکل آئے۔ پھر شہر بھر نے خوشیاں منائیں۔

پھر ان کو بچھڑا گیا اور اس مرتبہ ان کو باقی کے سامنے ڈال دیا گیا باقی مست تھا
 مگر ان کو دیکھ کر جگ گیا۔ اب قوام میں اتنا زور آیا کہ وہ بناوت کے لئے تیار ہو گئے اس
 پر ان کو شہر بند کر دیا گیا۔ وہ شہر میں جہلے مسلم اپنے گھر آیا اس نے اپنے دوستوں میں کوڑ
 تبدیل نہیں کی۔ اس زمانے میں لوگ کاشی کو حجت اور گھر کو روزت کہتے تھے کبیرا نے اس پر
 بھی ایک دھکا کیا۔

کیا کاشی کیا اور سر گھر قوام ہرے بسس مورا
 جو کاشی تو نہ بچے کبیرا۔ اسے کون نہیں
 سکندر دیوی کی حکومت ختم ہو گئی۔ قوام کے علاوہ بہت سے راجہ بیک کے پوتے گئے

میں نے اپنے چہرہ کی طرف سے دیکھ کر دیکھا۔ وہاں میں نے سلمان پر سر پہنایا۔ عورت
 نے یہی کہیں جا کر ایک گھر کے اندر لڑائی۔ پان کا آخری کام کرنا چاہتا تھا۔ مسلم نے تقریر کی
 اور کہا: "جس نے تم کو لائے کی کوشش کی اس کی رشتہ کو تم میں طلاق کرنا چاہیے۔" یہ ہے جو
 تو پھر ہم کیا کریں؟ سوال اٹھا۔

مسلم نے جا کر کتیرے کا کفن بٹایا۔ لعش کی جگہ پر چل کر نظر سے سب لوگ متوجہ کر
 لیجئے گئے۔ پھر اس کو آدھا آدھا دو ٹوک توڑوں میں تقسیم کر دیا۔ یہ مسلمانوں نے پھر اس کو
 گھر میں دفن کیا۔ ہند پھر اس کو کاشی لے گئے۔ اہل ہاں جلا یا مسلم اپنے گھر واپس چلا۔ کتیرے
 اس کی زندگی بالکل بدل دی تھی۔ وہ راستے بھر رہا تھا۔

لالی حور سے لال کی جنت دیکھوں تہ لال
 لالی دیکھن میں گئی میں بھی ہر گئی لال
 گھر پر پنا تو وہ بڑا غلین تھا۔ آتا سے سارا حال بیان کرنے کے بعد اس نے یہ
 اور پڑھا۔

سابقہ چپے دی تو یہ چکری رینی روئے
 چل چکراوا دیں کو جاں رین کھو نہ جوئے
 آتا سے دہن سے گانے لگی دونوں ایک دوسرے سے پرٹ گئے۔

مسلم اب جولاہوں کا سالانہ رہتا تھا۔ سر پر دیہاتی ٹوپی۔ جوت پہنا۔
 ہلکا کرتا اور تھم پیدوں میں کھڑاؤں۔ اس کے لیے میں قرق آیا تھا۔ وہ غنیمت اور سپاہی رہ
 چکا تھا۔ اگر اب وہ کتیرے کا سوا ہے پر عامل تھا۔

ایسی باتی بولنے من کا آہا کھوئے
 اوروں کو سیتل کرے آپو سیتل جوئے
 ریلان نہیں ہمارا۔ پشیمانہ شاہ نے اس سے حاضر تعلقات، بڑھائے کتیرے

میں میں ہند اور مسلمانوں کے مسلم نے سنا کہ یہاں
 دوسری ہر ایک چیز پر اس میں ہند اور مسلمانوں کے مسلم نے سنا کہ یہاں
 سے گھر کے اندر لڑائی۔ پان کا آخری کام کرنا چاہتا تھا۔ مسلم نے تقریر کی
 اور کہا: "جس نے تم کو لائے کی کوشش کی اس کی رشتہ کو تم میں طلاق کرنا چاہیے۔" یہ ہے جو
 تو پھر ہم کیا کریں؟ سوال اٹھا۔

سابقہ چپے دی تو یہ چکری رینی روئے
 چل چکراوا دیں کو جاں رین کھو نہ جوئے
 آتا سے دہن سے گانے لگی دونوں ایک دوسرے سے پرٹ گئے۔

مسلم اب جولاہوں کا سالانہ رہتا تھا۔ سر پر دیہاتی ٹوپی۔ جوت پہنا۔
 ہلکا کرتا اور تھم پیدوں میں کھڑاؤں۔ اس کے لیے میں قرق آیا تھا۔ وہ غنیمت اور سپاہی رہ
 چکا تھا۔ اگر اب وہ کتیرے کا سوا ہے پر عامل تھا۔

ایسی باتی بولنے من کا آہا کھوئے
 اوروں کو سیتل کرے آپو سیتل جوئے
 ریلان نہیں ہمارا۔ پشیمانہ شاہ نے اس سے حاضر تعلقات، بڑھائے کتیرے

سابقہ چپے دی تو یہ چکری رینی روئے
 چل چکراوا دیں کو جاں رین کھو نہ جوئے
 آتا سے دہن سے گانے لگی دونوں ایک دوسرے سے پرٹ گئے۔

حضرت سیدکبریؑ کی شہریت میں اس نے ہمارے لیے کیا کیا۔

وہی میں حکومتیں ملتی رہیں! نوویں باب اور شمع قرآن

سے دن سے کوئی مہنگا نہ ہوا۔ مسکایا مسکایا کہ دریا کا

کبیر کے اثر سے بار کل خیارتنگ اختیار کیا۔

اس سے کہیں پہونچا تھا۔ مگر اس کا ہنسنے کا لہجہ غریب نظر نہ آتا۔

نہایت پر غور سے دیکھ کر ان کے دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی۔

...جیب کیف عسکری، وہ اماں کو دیکھ کر ایسے

تسلیاں ہمیں کافی عرصہ نہ گزرا تھا کہ باتہ کی ہر اہم دور

بمحالہ سہ ماہی کا وزر منہ پر تھان میں ختم ہو گیا

بہ ہوگی اگر باہر کی قلیل قوت نے اس پر ہموار کر دیا ہو

آپ کے اس ٹوب خانہ سے ان کے سر سے آئینہ

خجک کے لئے شہر میں ایک عمارت تھی جس کا نام تھا "خجک خانہ"۔

جنگ کی تعلیم کی چیز ہے، ہماری فوج روایں لڑ پڑتی

7. 11. 1951

طابی کفایتی۔ اب دروزوں طرف سے اللہ اکبر

وہاں ایک خوش قسمت کا مالک پیدا ہو گا۔

یہ باتوں کی سچائی پر ہی ایمان قائم ہے۔

وَمِنْ أَقْرَبِ الْمَلَائِكَةِ أَمْرِي تَعَالَى وَأَمْرُهُمْ تَعَالَى

اگے، مگر پورے جنگ کا نقشہ خوب بنایا تھا۔ ایک

حس کے ادھر کہا سارے گھر والے بچے سنا سنا

[illegible]

ہی نہ رہی تھی۔ اپنی بیوی کے لئے اس نے توپ خانہ

۱۰. اہل ٹیلیوں کی قطارِ رنگینی تھی جو موٹے دھوپ سے

کے لیے کہ وہ اس کے لیے تیار رہے۔

یہ سچے لڑکے تھے۔ گھوڑے رکھوں میں پچیس چالے۔

کے موزاکن میں ہیں پلٹتے۔*

1. *Journal of Management Studies*, 1990, 27, 1.

Scanned with C

Scanr

مقدم

وظیفہات غزل.....

(جمال الدین عراقی شیرازی کہ راہِ اکترا میں آہستہ میر غزنوی کی توجہ دیکھ کر میرا آج نئے کتب)

۴

اکبر تجرات کو فتح کر کے آگے کے قلعہ میں واپس آیا جہاں تہہ کہ گجرات میں پھر بغاوت
 کی خبر آئی، اکبر عجیب عالم میں گیا بجلی کی طرقت کو نہ کر گھوڑے پر سو رہا اور گجرات کا راستہ دیا
 اس کی فوج پریشانی کے عالم میں سوائے اس کے پیچھے جو اپنے کے اور کچھ کر ہی نہیں سکتی تھی۔
 اکبر پر کون سی نصح سوار تھی، عزم، استقلال، سب سے زیادہ تیزی، وہ انسان نہیں، عوام
 جو ہاتھ مستقیم نے محمود غزنوی سے لے کر علاؤ الدین تک بہت سپاہی دیکھے تھے، مگر یہ کچھ
 اور ہی چیز تھا، یا شاید ایسا ہی ہو، مگر نہیں، یا بہر گھوڑی تھا، اکبر کے لئے نکتے کا سوا
 ہی نہ تھا، اس کی روح میں سپاہ تھا، ہر جگہ پر گھوڑا تیار ملتا، وہ اپنے گھوڑے پر سے اُپل
 کر خالی گھوڑے پر بیٹھ جاتا، ایسا سپاہی شاید پہلے کسی پرانا نہ ہوا تھا، اس میں سپاہی کی روح
 اپنے کمال پر تھی، جنگی سپاہی سب اس کے لئے کوئی حقیقت ہی نہ رکھتے تھے، قیامت
 کا سردار! فوج خور چور تھی، مگر اکبر کی روح فوج میں بھی آگئی تھی، فوج نے پڑاؤ بھی ڈالے، مگر
 بادشاہ گھوڑے پر سے نہ اُترا، گجرات کو پھر فتح کرنے سے پہلے اس کو دم لینا حرام تھا، اکبر فوج
 کو کچھ پیچھے رہ جانی نہ اُکھڑا کر نہ دیکھتا، ہستہ نے حتی الوسع کوشش کی کہ اکبر کے ساتھ ہی رہتا ہے،
 اس ساتھ رہنے کے لئے مجبور تھا، وہ سپاہی کا تہہ ہوا، عزم سے سپاہ گری بھولا چکا تھا، مگر اکبر

کی رشتہ سے بھی وہ سب ہی سب ہو گیا تھا جیسا کہ وہ چاہتا تھا۔ ہوا تھا ایک ذریعہ
مقتضیٰ قوتی تھی اس حیرت انگیز سب سے بھی کہ پیچھے آگے آگے ہر قدم ایک جہز تھا
اور منظم ہوا کہ کیسے گیارہ دن نہ رہتے۔ جو کراہاؤ کا فائدہ رکھائی دیا معلوم ہوا ایک
نقطہ پہنچے فوج کو دیکھ کر اکبر ہوا میں اٹھنے لگا۔ مسلم جیسے جیسے جہز ہوا اور وہ دیکھ رہا
تھا کہ گھوڑے کی ناپ میں قتل ایک گز زمین سے اوپر تھیں۔

قلعہ کے دروازے آپ ہی آپ کھل گئے۔ قلعہ کے اندر گھوڑا ساکت نظر پڑ گیا۔
قلعہ کے مالک نے اگر کباب پر سر رکھ دیا۔ فتح فتح فتح کی آوازیں بلند ہوئیں کیسے قلعہ
فتح ہوا بعض اقبال سے کمال امیر۔ مسلم نے اکبر کے جہز کو دیکھا۔ وہ سیرت کی لڑائی
تک رہا تھا۔ نہ معلوم کہاں سے یہ شعر فضا میں گونج گیا۔

زآسمان در زمین مستورہ ناگہاں آمد
کہ آفتاب زمین میں تاج آسمان آمد

اکبر اگر وہاں چلا۔ راستے میں ریاست بوندی سے گزرا۔ وہاں کے راجہ نے اپنی
لڑکی جو دھابائی کی اس کے ساتھ شادی کی تحریک کی مسلم کیلئے ازالہ دین یا دیا جو چاہتی
کے لئے لڑا اور اس کو نہ پاسکا۔ اکبر کو پتی خود مل رہی تھی۔ بیاہ ہوا۔ اکبر اور جو دھابائی
کے دامن باندھے گئے۔ درود آگ کے جاموں عرف گویے "بادشاہ ہمیشہ راجپوت ملک
کا لڑکا ہی ہو گا۔ اگر وہ پہنچ کر اکبر اپنی رانی کو ساتھ لے کر شاہ سلیم جی کے پاس سیکری
بدل جلا شاہ صاحب نے دروزوں کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور فرزند سلیم کے پیدا ہونے کی
پیشین گوئی کی سیکری کا نام فخر رکھا گیا اور محلات کی تعمیر شروع ہو گئی۔ اکبر ملک انتظام
میں لگ گیا۔ ٹوڈرمل وزیر مال زمین کی ناپ اور مالگزاری کا تعین کرتا تھا۔ مسلم کو
بزاری مندرجہ ی می اپنے عہدے کے کام سر انجام دیے میں سے محسوس ہو کہ وہ پھر بھی
جو گیا تھا۔ مگر اب وہ نئے قسم کا سپاہی تھا۔ باہر کے قسم کا سپاہی جو اپنی اہلیاں محض حملے کے

زور سے ہوا قتل کے دروازے جتنا تھا جس کا حال اس کے ہوتے اکبر میں مایاں تھا
میں کہ مذکورہ نایاں تھا گجرات کی فتح اس کی بنا ہوں تھے۔ غرض تھی۔ وہ اور پادشاهی
پہنچ رہا تھا۔ یہاں الہ آباد کا قلعہ بتا رہا۔ مسلم نے پہنچنے سے اس مقام پر جہاں میں
نے پہنچ پادشاهی کو پہنچا تھا ایک سال خیرالہ میں یہاں باغ ان دروزوں نے مل کر خود قتل یا محض
کے خاص دلالان میں جینا کا کام کر لیا۔ وہ دروزوں پر منہ ہونے شروع میں شہر نکھوٹے جھوٹ
نے اس کی اور پادشاهی کی تصویریں بنائیں جو اس کے خاص دلالان میں لگائی گئیں۔ مسلم
اور پادشاهی زیادہ تر اس دلالان میں بیٹھے مسلم کی تصویر کو پادشاهی دیکھ کر کہتی :-

اس میں ایک عجیب جادو ہے۔

"نسل و بار کا لباس عجیب چیز ہے؟" مسلم کہتا اور چہرہ پادشاهی کی تصویر پر دیکھ
کہتے یہ لباس تم پر سب سے زیادہ بھینسا ہے۔

پادشاهی دروزوں تصویروں کو دیکھ کر کہتی :- لباس ہی نہیں۔ ہر دے اور تھا کے
چہرے بھی بدل گئے ہیں۔ ہمارے دروزوں میں تبدیلی آگئی ہے۔

"ہم اور تم صدیوں سے ساتھ ہیں۔ مگر اب اگر ایک دوسرے سے ایسے ملے ہیں کہ
ایک ہو گئے ہیں؟"

"ہی۔ ہی۔ ہمارے اور تمہارے کپڑے ہی ایک قسم کے نہیں ہو گئے بلکہ میرے
رنگ اور انارنگ سب کچھ ایک ہو گئے ہیں اور تم اب ایک قوم میں۔"

اور دروزوں ایک دوسرے سے چمٹ کر لپٹنے لگتے۔ اپنے ہونے دلالان سے پہلے
پر آسمان دروزوں کی زبان ہر سال ہندوستانی رنگ میں یہ شعر دیا تھا :-

نہیں سار آمد و بشت گشت محل دیا سمن

باغ بھور من و راغ بدساں عیدنا

چو ترے سے یوں ہی گاتے تلچتے روش پرآتے۔ سرو کے درختوں پر چشمتی پتیاں

کہیں تیں مسکھ دیکھت تھا تا عشق پیو بک میں دوہوں۔ غزل کے گارے۔ پتہ نہ تھے اپنے مسک کو تو حق کے صاف پور میں نہ پتہ دیکھتے رہتے اور۔ میں کو جو جس میں اگر نہاتے پانی کی سطح کے نیچے نہ تب ہر جہلے۔ ۱

اکبر کی حکومت عجیب بن عجیب ترقی عجیب پھیلی۔ در عجیب خوشی کا دور تھا۔ ہر ملک ہر قوم کی آزادی کی خبر دوڑی مونی تھی۔ اسلامی حکومت میں پہلی دفعہ ہندوؤں نے اپنا تیں کا دل طور پر آزاد عیسوی کیا۔ ایک آئینہ ہندو لٹریچر میں روشن دیا کرتا تھا اور مسیحیوں کے دروازے میں بڑی دلچسپی رکھتا تھا۔ پانچویں صدی میں تو اسے معلوم ہوا کہ یہ تمام تیں اس رام کہتا مکھ رہے ہیں۔ مسکھ اپنی ترقی و ترقی نے جانے ان کے پاؤں چھوئے۔ انھوں نے رامان کے ہاتھ جتنے گھر مٹائے۔ پارتوی نے ساری رامان کی نقل لے لی اور گھر آ کر دوز بیع اسے بڑھتی۔ رام اور ستیا کا معنی خیر تھا اس نئی زندگی کے لیے مشعل راہ ہونے لگا۔ مسکھ اس کی پیاری آنکھ میں بیکھڑ سناتا۔ قرآن شریف کا دور وہ جھوٹ ہی چکا تھا عربی زبان اسے ہر ملکر فراموش ہو چکی تھی۔ تیں اس کی خرم ناز کہ تیں ہی جی زبان کا مالک اس کے دل پر اثر کر رہا تھا۔ رامان کے اکثر ٹکڑے یاد ہوتے جارہے تھے۔ وہ ان کو پاروتی سے سن کر تو جلد میں آجاتا تھا مگر اکثر اکیلے میں خود بھی پڑھ کر عزت میں ڈوب جاتا۔ کثر روز رامان پر پاروتی سے باتیں کرتا۔

۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

۶۱
میں راتوں رات سے کیا تو کا اٹھالے تھی۔
نہیں میرا تم سے پہلے کوئی رام نہ تھا۔ تم ہی میرے رات تھے اور ہاں کوئی راتوں
اکر مجھے ہوتا نہ جانتے۔ اور پاروتی تھوڑا جانی۔

ملکم رچی خوت طاری ہوا وہ پاروتی کی پہلی نوکستان۔ اگر کوئی راتوں میری ستیا
کریلے جانے گا تو میں میں اس سے لڑوں گا اور اسے چھڑاؤں گا۔
مگر تم پھر مجھ کو میں اس گردو گئے۔

نہیں۔ یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ رام نے یہ کیوں کیا۔ یہ مجھے عجیب نہیں معلوم تھی
اور مسلم و دیگر کو ملانا اور مکی شہزی اٹھا لانا۔ اس میں گڑبگڑ تھی کا نقشہ سناتا
اور پھر رتی آہ سوتے مڑی از خدائے بعد کا شہزادوں ساتھ پڑھتے۔ دونوں اتفاق کر
کنام میں کچھ نہیں رکھتا ہے اللہ اور ہر ایک ہی میں ہے۔ آقا۔ مسلم کہتا۔ یونٹ مجھے
اللہ سے زیادہ اچھا لگتا ہے۔

اللہ کے کچھ معنی نہیں۔ پاروتی کہتی۔
ہاں میری آتما اور اس کے اوپر پریم آتما۔ کبکرم مسلم عجیب محبت میں آجاتا۔
اللہ ایک دن پھر وہ دونوں فتح پور سیکری چلیے۔

کبرہ ہاشم نامہ دربار لگا ہوا تھا۔ اکبر خا ایک سونے کے تخت پر بیٹھا تھا۔ آج میں
بیلنگ رک رہا تھا۔ میرے سے زیادہ اکبر خد کا چہرہ دک رہا تھا۔ تو تینا قریب تخت پر بیٹھا
تھے۔ باقی تمام منصب و اوقار پانہ جھ بلا دے گئے تھے۔ ملک شہزاد فیض نے اپنے تخت
سے اٹھ کر بادشاہ کے تخت کو بوسہ دیا ان کہا۔ گیتی خاوند ایک شاعر صلیب سے رنگ
حافظہ سعدی قد میری گئے حاضر ہے۔ شرف قدم ہو ہی چاہتا ہے۔

حاضر ہو۔ اکبر نے حکم دیا۔
منصب راتوں کی نظار کے دریاں ایک جہاں میں ایرانی کر جھکا گئے۔

ہم نے بڑا ہوا تخت شہی نکھ آیا در تخت کو چم کر دست بستہ کھڑا ہو گیا۔
اپنا کلام شاد بجا دے لیتا تھا کلام سینے سے۔

شاعر پہ پہچانتا ہوا اس آدم پر کھڑا ہوا اور پہلے بولا۔ "مکمل ہیں فقیر میں
شعرا دای شود

قصیدہ تعلیم میں پیشہ گماں بود عسکری
تو از قبیلہ ششکے و خلیفہ ات غنزل است

وہ اس فقیر قصیدہ ہی گوید مدد مدد کبریا و رسالت آید وایہ امونین علیہم
اسلام حجاز چنڈا شہار و مدد کبریا پیش ہی شود۔

شاعر نے مطلع پڑھا عجیب ایچہ تھا۔ عجیب زور۔ عجیب جوش۔
لے متاع درد و راز جہاں انداختہ

گو ہر ہر سود و رجب و زیاں انداختہ

بادشاہ بھونے لگا۔ گویا اس شعر کو پڑھنے کا حکم دیا۔ وہ اشعار پڑھا گیا بادشاہ
جہو تارا پھر اس شعر پڑا۔

در چنہائے محبت ہر قدم چوں کر بلا
از لبہم عشوہ فرش ارقاں انداختہ

اس پر بادشاہ تخت سے کچھ اٹھ کر تعریف کرنے لگا۔ تمام وہ بار سکوت کے دم
میں آگیا۔ پھر بادشاہ کو یہ شعر بہت پسند آیا۔

کردہ از عرفاں لباس عجز و دامن دراز
کو تہی در جیب عقل نکستہ و ان انداختہ

مگر جس شعر نے بادشاہ کو گنگا دیا وہ یہ تھا،

من کر ہشتم عقل کل و انارک انداز ادب مرغ و صاف تو از اوج جہاں انداختہ

"دانش روز ہرات پر کھنڈید۔ بادشاہ نے حکم دیا خدیم حرا ہرات کی کشتی لے
ہم نے بڑے شہ عرنے قطع پڑھا۔

مست ذوقی و فہم کز غنمہ تو حیدر
لذت آوازہ و رکام جہاں انداختہ

بادشاہ کو یہ قطع بھی بہت پسند آیا یعنی نے آئندہ بادشاہ کا تخت چڑھا اور کہا
گیتی پناہ با ایں شاعری نظیر جمال الدین عرفی شیلزی نوذر دست و بریکان حکیم
ابوالفتح حاضر است۔

عرفی کو خدمت خانہ و بنایا گیا جو ہرات کی کشتی اس کے ہاتھ میں دی گئی۔ اس نے
قریب کر بادشاہ کے تخت کو کوسہ دیا۔ حکم ہوا کہ بادشاہ کے جہازوں میں جگہ دی جائے۔
دوبارہ درخواست ہوا کہ مسلم یعنی کے پاس گیا فیضی نے اس کا تعارف عرفی سے کر لیا عرفی
نے اپنا شعر پڑھا۔

من از قریب امارت گدا شدم ورنہ
ہزار گنج بویرا شہ دل افستادہ مست

مسلم نے عرفی کو غور سے دیکھا اور کہا۔ شہنشاہ اکبر کی حکومت لودھاپ کی شاعری
ایک تھے و رکا آواز ہیں۔ فیضی کو یہ تعریف اچھی نہیں مسودہ ہوئی۔ مسلم اور عرفی
ہم نے۔ دونوں ایک ہی جگہ مقیم تھے۔

ہمارا بی جو وہاں ہائی کے محل میں آیا پادشہ تخت کے پاس زمین پر ٹھجی تھی جوں
شاہزادہ سلیم و درتاجا اور بولا۔ تمنا شیراز سے کہو ترا آئے۔ کہو تر بہت نفس چڑاؤ۔
جو وہاں باقی کا چہرہ خوشی سے بھرنا تھا اس نے تسلیم کر لیا اور منہ پر

چٹ چٹ پیار کے بے لیم جانے لگا جہاں نے بادشاہ کیا۔ پادشہ اس کے پیچھے پیچھے
پادشہ محل دربار کی پیش وازاؤد شک پاسے جیسے میں عجیب تہہ مسدوم ہو رہی تھی یہ

پھر پھر ایسے دھماکے اور ہنگامے میں سسٹے والے لعلی میں آیا۔ ہنری میں تو اس کی
 رہنمائی کے لئے کچھ تر دھماکے پڑے تھے کچھ تو اس میں پانی پانی رہے تھے کچھ تو
 رہے تھے سلیم پکستا ہوا ایک ہم سن لڑکی کے پاس پہنچا جس کے سر کا وہ لٹکا ہوا تھا
 اور سید کا بعد مانیال تھا۔ یہ لڑکی نہیں میں ایک کنبوڑ کے چنے پکڑے کھڑی تھی کنبوڑ
 پر پھر پھر ابا تھا۔

دوسرے کیا ہوا؟ سلیم نے پاس بکرو چھا۔
 لڑکی نے اپنی منہ سے کنبوڑ کو جھوڑے ہوئے کہا۔ اس طرح اڑی۔
 تیری کے چہرہ پر عجیب معصومیت تھی سلیم نے اسے غصہ ہوئے کے اس کے چہرے
 گیا، وہاں کے لیوں کو جو سے لگا۔

پانچویں ہمانی کے پاس آئی۔ ہمارا فی خود اندکراہر آئی اور دیکھا اس کا کنبوڑ
 کنبوڑ نہ اتنا آہستہ تھا ایک پڑ کے نیچے سے اڑا ہے۔ یہ آگے بڑھ کر پاس پہنچی۔ دونوں پکڑ
 کر لگ کر گئے سلیم اس سے پتہ چلی ہوا تھا کہ وہ لڑکی کے پیٹ پر لڑکی۔

بادوب۔ یا غلط ہو پشاور کی، وارڈو پڑھی پر سے آئی شہنشاہ محل سلیم
 شہر پہنچا تو باغیچہ بوندت بالی نے ہر شہر سے کہا: چاہا جاگ اپنی اس کے پاس
 ہم جو ساتھ لئے ہوئے آکر اپنے تخت پر بیٹھ گئی شہنشاہ غری کا یہ شہر پڑھتا ہوا تیرا کیا
 سے کہ حرم بادوباست می دانہ
 کہ بادوبادوباست می دانہ

ملکہ کے لئے ہر گز استقبال کیا۔ دونوں تخت پر بیٹھے پاروتی تخت کے نیچے
 بنوڑے کو بھنے لگی۔

شہنشاہ بابا، کہتے ہیں کہ تم دل نہیں لگا ہے۔ یہ تو ایک شہر کا
 شاعر غری آیا ہے۔ خراب میں تم کو کچھ یاد نہیں ہے۔ یہ شاعر ہے۔ قصیدہ نہیں کہتا

مگر تم اسے لے قیدہ کہہ رہے ہو۔
 "قبول عالم میں استاد کے یہاں اس سے مل چکا ہوں میں ایک دن اس کا فیصلہ
 سنوں گا۔"

اچھا تو تم اب جاؤ۔
 شہزادہ جدا گیا۔ سکھنے کے لئے آگیا۔ کار قہر شایا شہنشاہ متغایر تیرا۔ کوس
 شیر اٹھن سے آئی ہیں نکلت کر کے دھما ہوں؟

"اب میرے بچے کی شادی میری اجودھیا بائی سے اب تیری دینا چاہیے۔
 "اجیر شریف کے عوس کا زمانہ آئی یا ہے۔ باجودت، بیگنا تیرا شادی کر
 ہوئے چلیں گے۔"

دوسرے دن تمام امیر اور غریب شہنشاہ کے سراہ پاجادہ پل کھڑی ہوئی
 بیگنا بیگنا سلیم کی شادی جو دھیا مانی سے بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ بھونری کی ہم
 بالکل ویسے ہی ہوئی جیسی آکیر خود کی شادی میں ہوئی تھی جن کے دلہ خستہ ہوتے وقت
 ایک دھن میں دھما دھم کی جو سلیم کے سے بڑی ہی عجیب تھی جب دو لکھ لکھ میں بیٹھی
 تو لڑکی، شہنشاہ کے لئے پہلے سر سے کا آنا غریبی تھا۔ سر سے لکھا شہنشاہ آگیا اس سے لڑکی
 اٹھانے کو اون کتنا تھوڑی دیر سکوت رہا، کیر جو سمجھ گیا کہ اس کے کیا آنا تھا۔ لڑکے کے پاس
 حاکم کے کا لڑکا اپنے کا تہ سے پر اٹھایا۔ بچے کے ڈنڈے کو سلیم نے اپنے کا تہ سے پر اٹھایا۔ آکیر
 کا ایک قدم آگے بڑھا راجہات سردار: چھل بیڑا گھانے لگے۔

ہماری لڑکی تھا اسے گھری لڑکی ہم بھی نہ غلام ہے
 آکیر کبھی جواب میں کچھ کہنا تھا اس نے جواب دیا
 تمہاری لڑکی ہمارے محل کی رانی تمہارے سردار کے

تمام راجہات پھر آگئے۔ راجہات یہ بول گئے ہوئے اور آکیر ہی جواب دیا۔

ہوں۔ وہیں کو حجام صاحب کے مزار کے گرد گھمراہ کیا۔ اٹھائی۔ دیکھ کے جوڑے کے چاروں طرف نیچے ٹوٹے گئی دن کے بند سب واپس ہو سکے سیکری پہنچ کر میلے شاہ سلیم جی کی خدمت میں سلیم اور موجود ہوا۔ اٹی گواہ کر گیا گیا۔ انھوں نے صیغہ کائنات پڑھا اور سب لوگ اپنے اپنے گھر گئے ہوئے۔

مسلم آئے ہی غرق سے عاجز سا تھا نہیں گیا تھا۔ دونوں ابو الفضل کے گھر پہنچے ابو الفضل نے میں قائم رہا ہے بیٹھا تھا۔ کچھ نکھٹا چاہتا تھا۔ مگر کچھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کیا سوچا ہے میں حضور؟ مسلم نے دریافت کیا۔

میں بے فقط تاریخ نگار ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ والد کا نام کیسے (اؤں؟) مگر کد کیوں نہیں نکھٹے؟ غرق نے فلسفہ لہجہ میں کہا۔ منہ دستان کے دیہاتی مبارک کو مبارک ہی کہتے ہیں۔

ابو الفضل نے خود سے غرق کو دیکھا اور آنکھیں جھٹک لیں۔ غرق نے قہقہہ لگا دیا۔ وہاں سے سلیم کے دربار میں آئے۔ یہاں شراب کا دور چل رہا تھا۔ مسلمان نے عرض کی "شاہزادے بلند اقبال غرق نے حضور کی نشان میں دمیدو کہا ہے۔"

پیش جو: شہزادے نے کہا۔

غرق نے مسرورہ نکالا۔ اور شروع کیا۔

حیات عید کہ در تیکہ گاہ: زبرد نفسیم
وہ شعرے بد شعر بڑھتا رہا اور داخل جھوٹی رہی غرق سلیم پر عاشق تھا اور جس حصے میں اس نے سلیم کے اسے بلانے کا حال بیان کیا ہے وہ بہت ہی پسند کیا گیا۔

نزدہ و ہے
چو گشت گشت گراے مخزن جزاہت

یہاں کہ از بہت یاد می گشت۔ دور یا
یہاں کہ از بہت یاد می گشت۔ دور یا
یہاں کہ از بہت یاد می گشت۔ دور یا
یہاں کہ از بہت یاد می گشت۔ دور یا
یہاں کہ از بہت یاد می گشت۔ دور یا
یہاں کہ از بہت یاد می گشت۔ دور یا
یہاں کہ از بہت یاد می گشت۔ دور یا
یہاں کہ از بہت یاد می گشت۔ دور یا
یہاں کہ از بہت یاد می گشت۔ دور یا
یہاں کہ از بہت یاد می گشت۔ دور یا

مسلم اور بہر بل کے محل میں آیا وہ کہیں بلنے کو تیار تھے بڑے "جیسی مسلم تم خوب آئے قدرت ظل اللہ گشتی پناہ سے ایک بحث ہوئی تھی اس کا قیہ تم بھی دیکھ لو تو اچھا ہے۔" کیا بحث؟ راجہ جی آپ کی ادنیٰ پناہ کی مدد کی جی رہی ہے۔

اچھا مسلم ایک بات بتاؤ۔ تم تو بہت سے پیر فقیر جھٹکتے دیکھ چکے ہو یہاں ایک گدھا پیر مشہور ہیں ان کی کرامت کے سلسلے میں کیا کہتے ہو۔

شہر بھر میں ان کی کرامت کا چرچا ہے۔ میری بیوی بھارتی کے ساتھ کئی دن ہوئے گدھا پیر کے مزار پر گئی تھیں۔ ہمارا حق نے گئی پناہ سے نوکر کیا؟ انھوں نے قسم فرمایا کہ مزار پر ایک گنبد بنایا جائے اور خود شریف لے جائیں گے۔

اں بھائی میرے سامنے حکم دیتے ہی دلے تھے کہ میں نے روک دیا۔ یہ کچھ بڑا منہ لگے۔ بہتے رہے۔ مسلمان کا منہ کھنکھار رہا۔ پھر لوٹے۔ کو پتہ گیتی پناہ بھی شریف نہ تھیں۔

مگر معمولی لباس میں راجہ پت سپاہی کے لباس میں جلوہ
دونوں اگر گھوڑے پر چڑھ کر شہر کے شہابی محل کے عقب دروازے پر آئے یہاں اندر سے ایک معمولی لاجپوت سپاہی معمولی گدیٹھے پر سوار آیا اور ان کے ساتھ چوڑا تھوڑا گویا پیر کے مزار پر پہنچے۔ مزار کے چاروں طرف فتاحیں گھری ہوئی تھیں۔ صرف ایک طرف

چو گشت گشت گراے مخزن جزاہت

رہے تھے جس کا ایک مسلح سپاہی شہزادہ تینوں قدامت کے اندر گئے یہاں دو آدمی پہاڑوں
کے ہوئے نظر آئے۔ اگرچہ پوچھا یہ کون ہیں۔

ملا جاہ، بھی معذور بنا ہوا ہے۔ بیربل نے کہا اور مردوں کی طرف مڑ
کر کہا: اس قبر کو کھودو۔

آئیں باقر کا کھودنا جہم ہے اور پھر ایک پرک۔ بادشاہ کے چہرہ پر مسکن آگئی۔
حضور کو یہ دکھانا ہے کہ یہ قبر ہے کس چیز کی۔ بیربل نے کہا۔ اور مردوں کا
پھر مکتوب۔ وہ ایک کام میں مصروف ہوئے کچھ ہی دیر میں قبر کھد گئی۔ قریب جا کر سچ کئے
بادشاہ کو دکھایا اس میں ایک گیسٹے کا ڈھانچہ پڑا تھا مردوں نے اسے اٹھا کر مٹا دیا۔
اور اس کا ڈھانچہ گڑھے کی طرف ان بادشاہ لے گیا۔

گیت پڑھا اس خدام نے یہاں ایک۔ اور اگلا پڑا دیکھا قاف۔ اس کو دفن کر دیا
نہر نہادی۔ گدھا پر مشہور کر دیا۔ اب حضور تک پہنچیں تو میں نہ مناسب تھا کہ آپ
پر راز افشا ہو جائے۔

مگر یہ سب تم نے کیوں کیا؟
حضور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ پیر پڑا نہیں ہو بلکہ عقدا بڑا ہے۔
اکبر سوچ میں پڑ گیا۔

قبر کو مٹا دیا۔ بیربل نے کہا
اور گتہ کی بنیادیں بھی رکھ دیں جائیں۔ گدھا پیر کے دانے دانوں کا اعتقاد نہ
لڑنے پاسے۔

تینوں بخشش ہی واپس لئے۔
خوفی شہزادہ سلیم کہ سارے شہر بٹو گیا وہاں اس نے کشمیر پر ایک قصبہ دیکھا
اس کا سورہہ تمہ کے پاس آیا۔ یہ پیر کے بعد سلیم پہنچے۔ وہاں سے خبر آئی کہ حسین

بندو کی آواز تھی کہ اندر تینوں نے بادشاہ سے چپا کر جناح کر لیا تھا۔ پیر پڑا دیکھے
مگر سلیم بہت افسوسہ واپس آیا۔ مگر وہی اس کے ساتھ نہ تھا۔ سلیم نے یہ ثابت کیا کہ وہ
برا کہ نامور ہیں کسی سے لڑیں اور مارا گیا۔ پھر چپ اکبر ہونے کو سلیم نے وہاں سے
کی جڑ کا پتہ پوچھا۔ معلوم ہوا کہ ایک صاحب اس کی بخشش کو قید میں تھا کہ اس کو خف کے محسوس
مسلم کو کرنی کا شعر پڑا گیا ہے۔

زکاوشن ثرہ از گور تا نجف بروم
اگر بہند ہاکم کنی و گر بہ تشار

جوان مر گیا۔ حافظ اور سعدی شیرازی سے ملے بڑھ جانا۔ اگر زندہ رہتا نہایت
ہی جیسے کہ اکبر تمام بادشاہوں سے آگے بڑھ گیا ہے۔ نہ شہر ہی نہ تھا۔ سستی میں خف۔
نہر دست نفسی۔ مگر کبھی بادشاہ ہی نہیں بلکہ نہر دست نفسی میں ہے۔

وہ یوں ہی سوچ رہا تھا کہ شیخ مبارک کے خوشی کی خبر اس کے کان میں آئی۔ تفر
راہ دیش سے یہ ثابت کیا گیا کہ اکبر شہنشاہ ہی نہیں بلکہ خلیفۃ المسلمین بھی ہے۔ اگرچہ
پنچا جمعہ کی نماز جامع مسجد میں سننے ہو پڑی تھی اور پھر خطبہ پڑھا۔ شہر میں شور مچا۔
نئے، تبرک خلافت سے انکار کیا۔ سب کو جہنما پار کرنے کا حکم ہوا۔ سب کی نازیبا رویہ نہیں
اور وہ مر گئے۔ عہد القادری لکھی اپنا فتوے اکبر کے خلاف دیکر جنگوں میں بھاگ گیا۔

اگرہ میں مسلم کی ایک دن ملاقات ایک اور شاعر سے ہوئی جس کا نام نظیر ہی تھا
اور خوشامیڈ سے کھانا کھا۔ میرنی کا مشاود تھا۔ ہایت منکر لڑا۔ ایک سیدھا سا وٹا آجی
اس نے اپنی غزل سنائی جس کا مطلع تھا ہے۔

مانہ ویر سیمہ قدح پر وہ بر زخوت درینغ
کارا شہرہ زانٹلے غزل ساخت درینغ
مسلم اس کے نوم لوگ اور درویش نہ ہو گیا۔

ہاں دیکھ راگ کیا قیامت تھا چڑا کیسے جل اٹھتے تھے بجز اسے کہتے
 ہیں کیا میں دیکھ راگ نہیں لگا سکتی۔ کاش میں بھی دیکھ راگ لگاتی :-
 کیوں نہیں لگا سکتیں ہم دیکھ راگ لگاؤ :-
 ہاں ضرور عشق کروں گی :-

تو کچھ لو کہ اکبر نے کیا کیا ہے۔ ایک نئی چیز کا وہ بانی ہے جس کو تہذیب کہا
 جائیے۔ اس میں تہذیب علم فن ہر چیز کا جاتی ہے۔ اکبر بادشاہ نہیں بلکہ تہذیب کا پیغمبر
 ہے۔ آتا یہ تہذیب ہی ہمارا اور ہماری مدد کو ایک کر دیگی۔ ہندوستان کی تمام
 قوموں کو ایک تار میں بندھ دیگی۔ ہندوستان کو ایک نیا جہنم دے گی :-
 اسی طرح وہ زیادہ قربانیاں کرتے۔ اکبر کے منہ بولے گرنے کی۔ کابل میں قبضہ
 جمانے کی اور دکن پر فتح کشی کی خبریں آتی رہیں۔ پارسی بہر حق رانا۔ فرنگی مسعود
 اور ہندو دیوی سے اختلاف کے حالات معلوم ہوتے تھے۔ اکثر دونوں پتوں سے کی پہنچتے
 اور کچھ عرصہ ان سب چیزوں کے درمیان گزارتے تھے تہذیب کی بنیادیں مسلمہ دیکھتا
 کہ اکبر جس قدر مصروف انسان تھا وہ بارہ روز سناٹا۔ احکام جاری کرتا۔ باغیوں کی
 لڑائی دیکھتا۔ خدا باقی پر بیٹھ جاتا اور باقی کو کسی ذیل بان سے زیادہ قیام میں لاسے کہنے
 کو اہل ثابت کرتا۔ شکار پر جاتا۔ ہرن کے پیچھے دوڑتا۔ اور کمان سے ہرن کو پکارتا۔ کیا تیری
 تھی۔ قیامت کا آدمی تھا۔ کاریگروں کو دیکھتے جاتا۔ نقیب آواز لگاتا : تعلیم کا بگڑا
 معائنہ سنگتراشوں کا کام دیکھتے دیکھتے ان کے پاس بیٹھ جاتا اور خود کام کرنے لگتا
 کتنی جلدی ہر کام کو سیکھ لیتا مگر پڑھنا لکھنا نہ سیکھ سکا۔ ہمیشہ سے۔ نفرت تھی مگر
 بھرنجی اس سے بڑا عالم کوئی نہ تھا۔ ہر کتاب پڑھو اگر نہ تانا اور بہت حصوں کے حافظہ
 تھم ہو جاتا۔ سلیم شہی سے عقیدت کا عجب حال تھا۔ ان کے کہنے پر ایک دن فتح ہدیہ کی

ہے اور امانت کر اٹھا لیا۔ پورے غریب صورت شہر کو ترک کر دیا۔
 حالات میں آنا ڈاڑھا دل لگتا کہ وہ سب کچھ بھول جاتی۔ جنگ کے وقت
 رفتہ بہا اس دن کا حسن اور شگفتہ اور میں نکاری کے علی ترین غور سے بنائے ہوئے تھے
 بخون سے زیادہ ترور پر لیا کر سوں پر لیٹا۔ چول کے رستے نہریں اور فوٹو سے یاد
 تھا میں اور بیگمات کے علی مذاق تھے اس عجیب چیز میں ہم کر رہے تھے جس کو مسلم نے
 تہذیب کا نام دیا تھا۔ اکبر کے عمل کی بیگمات سب پچھتی تھیں۔
 اکثر رات میں شہنشاہ خود محل میں اگر نشت پر بیٹھتا۔ قریب چھتوں پر بیگمات میں
 رعناؤں دنوں روشن ہوتے کوئی حسین نقاشہ کرنا اور تاج کی محفل گرم کرتی۔ فیض کی
 غزلیں گاتی۔ ایک رات سلیم ہی ایک تخت پر بیٹھا تھا۔ ایک تین اور جوان اور ترقی لڑکی
 نے بڑے انداز میں اس کی طرف اشارے کر کر کے یہ غزل گائی۔

در دیدہ ام بکیر و دور دل فشتہ	لے ترک غمزہ ترین کہ مقابل فشتہ
خلیقے ویریں لگائی کہ چغل فشتہ	آرام کردہ نہیں خباہت نہ دلم
غیر بدست و تیغ مسائل فشتہ	من خوں گرفتہ شمس اعروذہ و نہ نو
ہر یا تو آفتاب شمس کل فشتہ	خواباں شکستہ دنگ بخل ایستادہ اند

وہ لڑکی کتاب کی کلی کی طرح اپنا چ کر یہ کاری تھی۔ خانوہوں کی روحانی
 جانمندی راگ کی سست ذہن اور لڑکی کے نازک حسن نے سلیم کو جو بے طرح نشے میں تھا
 ایسا مست کیا کہ اس نے اپنے اعظم کی کو بوج لیا۔ بادشاہ کفر ہو گیا۔ جلال سے کانپنے لگا۔
 سلیم لڑکی کو اٹھانے ہوئے محفل سے بھاگ گیا۔ محفل پر عجز است ہو گئی بادشاہ آرام کا
 سراپا بن گیا۔

سلیم اور امادہ پس گئے۔ اکبر و کن کو فتح کرنے میں مصروف رہا۔ خبریں آتی رہیں کہ
 شہنشاہ اور شاہزادے میں ناچا آہ ہے۔ جہاں انسا کے واقعے ہی سلیم کو اپنے والد سے

نہایت ہو گئی تھی۔ وہ اپنے حکم کو شرب پانی پر فہم کیا کرتا تھا۔ مگر اب وہ نہ اس کے لئے
 اور بھی زیادہ بیتاب ہو رہا تھا۔ اس کا حسی اذنا گہرا کر لیا اور اس کو ختم نہ کر سکا
 بلکہ ولایت کے ساتھ اور تفریکات کے بارے میں گہرے سے گہرا چوتا چلا گیا تھا۔
 اب کوئی نفع کرنے میں مصروف تھا کہ سلیم کو قتل کے ساتھ لے کر آیا اور پھر پانچواں بار اس نے
 قبضہ کیا اور بادشاہ کا خطاب اختیار کیا۔ اپنے نام کا سکہ چھوڑا۔ مستحکم و مدام قلعہ چھوڑ کر
 الگ ہو گئے اور اپنے محل میں آ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کریں۔ شہنشاہ کے حکم کے منتظر
 رہے۔ اب کوئی دن سے آگرہ واپس آیا۔ سلیم نے اس کے پاس پہنچ کر سارا حال بیان کیا۔ سلیم
 تیس ہزار فوج لے کر آگرہ پہنچ گئی۔ اس کی غرض سے چلا۔ اب کوئی قسم کو بات چیت کے لئے بھیجا
 سلیم کو باور دلایا گیا۔ ابو الفضل اس وقت دکن ہی میں تھا۔ اب کوئی قسم کو اس کے پاس
 روانہ کیا۔ ابو الفضل نے سلیم کو قابو میں لے آنے کا وعدہ کیا۔ ابو الفضل کے ساتھ مسلم آگرہ
 واپس چلا۔ راستے میں ہر شے بند کرنے سے منع کیا۔ کچھ ہی دیر جنگ کے بعد ہر شے خورنے اور
 کاسر کاٹ لیا اور مسلم کے پاس روانہ کر دیا۔ مسلم نے آگرہ آکر سارا واقعہ اب کوئی سے بیان کیا۔ پھر
 کی خوش میں فوج بھیجی گئی۔ مگر وہ گواہیاں میں غائب ہو گیا۔
 آخر میں خبر مشہور ہوئی کہ اب کوئی خسر و گواہیاں چاہتا ہے مگر عید الزم فوج
 شہنشاہ کی اس سلیم بیگم کے ساتھ آتا آتا رہی۔ بیگم نے سلیم کو راضی کر لیا۔ سلیم پیش آیا۔ مخالف نے
 کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اپنی پگڑی اتار کر سلیم کے سر پر لگا دی۔ سلیم کو
 فتح پور سیکری میں رہنے دیا۔ مگر کچھ عرصے کے بعد پھر الہ آباد آ گیا اور اپنی شہنشاہی کا اعلان کر دیا۔
 اب آگرہ کی والدہ حمیدہ بیگم کے ساتھ الہ آباد پہنچی۔ حمیدہ بیگم نے پہلے کو بہت
 زیادہ چاہتی تھیں وہ آگرہ واپس آئیں اور اب کوئی سے بات چیت کی۔ اب کوئی نے اپنا دل سخت کر لیا تھا۔
 حمیدہ بیگم کو بڑا اندھہ ہوا۔ وہ جیلا پڑی۔ آتا اس کی تیار وادوں میں تھی۔ مگر وہ انتقال کر گئی۔
 اب کوئی نے ہندوؤں کی طرح اپنا سر منڈوا دیا اور کیریم بنایا۔ اس وقت شہزادے رانیال کے سر

کی خبر آئی۔ آگرہ کا اب دان لوٹ گیا۔ بیگم شہنشاہ اب صاحب فرماں ہو گیا۔ سلیم کو بھی اب
 شہنشاہ کی اور وہ آگرہ اپنے باپ کے پیروں پہ گریں۔
 مسلیم اب اب کوئی کے حضور میں حاضر ہوا۔ شہنشاہ بہت حیران تھا۔ پوری زاری
 اور اس کے ساتھ ہی اب کوئی کو دیکھنے لگے۔ اب کوئی نے زور سے منہ میں ہاتھ ڈالا۔ شہنشاہ نے سلیم کو اس نے طلب
 کیا کرتے وقت بھی اب کوئی شہنشاہی رہا۔ اس نے سلیم کو کھینچنے کا حکم دیا۔ پھر ساتویں کی طرف
 باز نہ گئے کا حکم دیا۔ پھر چھ دنوں میں سے درجن سے گریہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ اب کوئی گیا۔
 چنانچہ کوئی شہنشاہ کے درجہ سے گیا۔ چنانچہ چھ دنوں کے پر آیا۔ باہر سے مبارکباد کا شور مچا دیا۔ پھر
 ہر شے شہنشاہ کے چہرے پر اعلان کیا۔ اب کوئی نے قریب پر پہنچ کر دیکھا کہ شہنشاہ کی سانس
 رک گئی۔ وہ لڑا لڑا کر آیا۔ اسے عیسویں ہوا کہ پوری کائنات ایک چکر میں آکر لڑی ہو گئی۔
 قلعہ کو دیکھ کر توڑی گئی اور اب کوئی کے جنازے کو آگے بھاگ کر گندھا دیا۔ جو اب کوئی پر لایا۔
 سکند نے ملک سلیم کو خیر چیل ساتھ لیا اور اس شہنشاہ کے چہرے میں جو آگرہ لے اپنے اور اپنے خازن
 والوں کے لئے بنوایا تھا اس بیگم بیگم کے جسم کو دفن کر دیا گیا۔
 چنانچہ بیگم نے رعیت کے لئے ملکا اعلان یہ کیا کہ اب کوئی کے دور کے تمام قانون ہماری رہیں
 شہنشاہ اور احوال بہت خوش ہوئے۔ مسلم الگ ہی الگ تھا۔ چنانچہ بیگم نے اسے بڑا شیرازہ
 کے پاس بھیجا۔ اس سے کہنا کہ اب کوئی شہنشاہ چاہتا ہے۔ مگر خدمت کو تو تین دن
 ہر ملکا کو لے آنا۔
 مسلم کو شک تھا کہ چنانچہ اس سے خوش نہ رہے گا۔ اس لئے اس کا کہہ کر انجا
 دیکر وہ شہنشاہ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ شیرازہ کے محل پہنچا اور شیرازہ کے مدبر
 آیا۔ شہنشاہ نے آپ کی برائی کو طلب کیا ہے۔
 کیا ہے اور شیرازہ کے ہاتھ پر شکن پڑا اور اس نے ملکا رانیال لے اور واپس لگے۔
 مسلم کے ایک وارے شیرازہ کو قتل کر دیا۔ آتا اس کے ساتھ آئی تھی۔ وہ گھ کے اندر گئی اور

ہی جگر پر ایک پتلی کائنات تھا انداس کی ایک اور پتلی ہی
ہر آنچلے زہر جہاں کا چھتا غلام تھا۔ کرتی لمحہ وہ نور جہاں سے الگ نہ ہوتا۔ جہاں گہری محل
میں دونوں چہرے کوٹ پڑائے سانسے سمجھتے۔ دونوں ساتھ ساتھ کھانا کھاتے۔ دونوں نہروں کے
کتاب سے ساتھ ساتھ پھرتے۔ دونوں نہر کے پاس تخت پر ساتھ ساتھ ٹیچہ جاتے پھلیوں کا شمار
کوتے۔ ہزاروں قسم کی باتیں کرتے۔ موز ملکی میں نور جہاں ہی راستے دیتی اور جہاں گہری اس کی رائے
کرواتا۔ اتنا اس کے ساتھ ہوتی اور دیکھا کرتی کہ شہنشاہ اور ملکہ کی محبت میں جنسی رجحانات کا
ہی کم دیا تھا جہاں گہری کی محبت زیادہ تر نہنی اور سو مالی تھی جہاں گہری شاعر نہ تھا مگر شمار

دوسرا جوں زمانہ گزرا گیا اور وہ جہانگیر کی ہزرجیاں سے محبت برحق بنی ہوئی تھی۔
 وہ دربار عام میں تخت پر بیٹھا تو ملک محمد نے کچھ پیچھے بیٹھ کر ان کے شانوں پر ہاتھ رکھ
 لیتی تمام اور پر فیصلے لکھ کے ہاتھ کے اشارے سے جرتے، ملک جہانگیر شہر پر آیا اور

میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے

میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے

میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے

میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے

میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے

میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے

میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے
میرا دل ہے تیرا دل ہے

تر گوت باوی گوت دریا
بر کو شتر است رطب کنند نسیم
بر روی شتر رخسار من وانی

تو غور مشنشاہ غفرم اب اس لٹری کے لئے کیا حکم ہے :

ہدایت یہ کہہ ہی رہا تھا کہ پیچھے سے چڑھیں نے اس کے جسم پر چھوڑ ڈالا چار پانچ از
عمدوں نے، گراؤد بھنسنے ڈالے وہ بالکل کس گیا اور گر پڑا۔ کچھ خراجہ سرزدوں نے آندھت اور جی
بھی طریت بھنڈ دیا۔ فلک لوی شہنشاہ عظیم ختم ہو گئی اور شاہست اور قرب کھکھڑا کر مٹسی تھا
کوئل کا سکھ دیا۔ خواجہ سر اسٹے گلیٹے ہوئے گئے۔ ملک نے خروستہ لاری کا اعلان مرادیا جی
کا جو دھیا ہانی سے لڑا کاشہ تیرہ ملک کی شیر شہنشاہ سے لڑک کلامیاں تھا نائب سپہ سالار قرن مواد لاری
فقتہ اب ملک کے حکم پر گراؤد مرید داخل ہوئی۔

میں نے اپنے دل سے یہ بات کہہ دی تھی کہ میں نے
اپنے دل سے یہ بات کہہ دی تھی کہ میں نے
اپنے دل سے یہ بات کہہ دی تھی کہ میں نے
اپنے دل سے یہ بات کہہ دی تھی کہ میں نے

شبشاہ شاہ چہاں کی سواری دہلی کے لال قلعہ سے نکلی رہی تھی سب میں آگے سرساز
 ہمارے جسوت شہر گھوڑے پر سوار تھی گوار با قدم میں لئے ہوئے تھے اس کے ہمراہ شاہ کا باقی
 تھا گھوڑے کی جھولیں پڑی ہوئی پیڑوں میں گھٹا گھوڑے بچتے ہوئے اس پر گنگا جہنی ہر وار کھا ہوا
 ہر گھوڑے کے پیچ میں شہنشاہ کی پٹنہ ہوتے بیٹھا ہوا اس کے پیچھے ایک ملازم جتر لگانے ہوئے
 اور دوسرا پیچھا ہوا شاہ کا لباس نہایت زرق برق تھا اور ملازمین کی دویاں قمیشتی
 تاروں کی تھیں۔

شاہ کے باقی کے سامنے اس کے چاروں لڑکے دارا امراؤ اورنگ زیب اور
 شجاع گھوڑوں پر کھڑا ہے تھے دارا کا گھوڑا دو قدم آگے تھا اس کے بعد ایک قطار
 منصف داروں کے گھوڑوں کی تھی جن میں سکھر بھی تھا۔

کچھ ہی دور جا کر دارا کا گھوڑا بگڑا اور الف ہریرا شہنشاہ نے جھک کر کہا تہا راجہ
 جسوت سنگھ نے دست بستہ عرض کی تھاں پناہ غلام نے پہلے ہی عرض کیا تھا
 کہ یہ گھوڑا عاجز اسے بندھا قبائل کے بس کا نہیں ہے تو صاحبزادے نے نہ مانے۔

گھوڑا پھر الف ہوا اور دارا زمین پر گر پڑا اورنگ زیب اپنے گھوڑے پر سے اچک

کراس گھوڑے کی پیٹھ پر آیا اور اس طرح لگا پڑی کہ گھوڑا بے بس کھڑا ہو گیا بادشاہ نے قید
 سے ونگ زیب کو دیکھا جسوت سنگھ نے عرض کی تھاں پناہ شہنشاہ سے اورنگ زیب
 اسے بنگال میں گئے۔

دارا زمین سے اٹھ رہا تھا تو ایک سنگھ فقیر اس کے پاس پہنچا اور اس کے کپڑے بھاڑ
 لگا اور ونگ زیب کے خالی گھوڑے کی لگام پکڑ کر اس نے دارا کو اس چٹھا دیوار نے نظر
 فقیر کے ہاتھ چوسے۔ اور ونگ زیب نے اسے دھتکارا فقیر باہمی پڑھنے لگا۔

سر جہاں بسے لکھ نام شادی اندر سب کفر سوئے سادہ شادی
 آخر چہ خطا دیدی بالند در سول سرگشتہ مرد بچھن و دام شادی
 سب جان لئے کہ فقیر سر قد شاہ تھے وہ جلوس سے الگ ہو گئے ایک اور
 باہمی پڑھتے ہوئے جانے لگے۔

سرد اگرش و فاست خودی آید و دامش بجا ست خودی آید
 ہوا چرا در پئے اوی گروی سرد اگر او خدا ست خودی آید
 شاہی سواری آگے بڑھی اور ونگ زیب کی ران کے نیچے سر پر گھوڑا بے چوں
 چرا چلا جا رہا تھا۔

سواری قلعہ کے پیچھے پہنچی ایک اونٹنے ٹیلے پر ایک بارہ دری بنی تھی جس میں
 شہنشاہ جلوہ افروز ہوا جسوت سنگھ اور چاروں شہزادے بارہ دری کے باہمی طرف
 گھوڑوں پر سوار رہے نیچے خالی میدان میں بد دست ہاتھی لگے اور ان کی لڑائی تھیں ہوتی۔
 دونوں ہاتھی بری طرح گتھے ہوئے تھے کہ دکانے اور ونگ زیب کے گھوڑے کو ایڑہ دی
 وہ تیز لڑتا ہی ٹیلے کے نیچے کود پڑا اور تھوڑی دیر میں لڑتے ہوئے ہاتھیوں کے پاس پہنچ گیا
 لڑنے والے ہاتھیوں میں سے ایک لڑ کر بھاگ نکلا مگر دوسرا ونگ زیب پر پڑا اور ونگ زیب
 بالکل نہ ڈرا بلکہ اپنے بھالے سے ہاتھی پر وار کیا ہمارا جسوت سنگھ نے بھی اپنا گھوڑا ٹیلے پر

سے گرد آیا اور اس جنگ زریب کے پاس آکر کہا: "شہنشاہ سے پیچھے جا بیٹے" اور خود باقی کی سڑ
پر دو تیرے لگا اورنگ زریب پیچھے پیچ کر باقی کی دم کو زخمی کرتے لگا تھوڑی ہی دیر میں
باقی بھاگ گیا۔ اورنگ زریب اپنے تھوڑے کو بار بار کے گھوڑے کے پاس لاکر بولا چاہتا
آپ نے میری جان بچائی میں آپ کا ہمیشہ شکر گزار رہوں گا۔

"شہنشاہ سے پھر سے کوئی کچھ نہیں ہے میں آپ کو سب سے زیادہ چاہتا ہوں۔
راجپوت خن آپ میں سب سے زیادہ زور رکھتا ہے۔"

بادشاہ بارہ دوری میں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اپنے باقی پر بیٹھا اور سواری پھر چلا
اور ایک نیا محل و باغ بادشاہ کو دکھانا چاہتا تھا سواری وہاں پہنچی سب رنگ انداز مل
ہوئے اورنگ زریب درد از سے ہی پر کھڑا رہا۔ بادشاہ محل دیکھ کر ہنس پڑا۔ اس نے پوچھا
اورنگ زریب تم کیوں اتنے رہیں گے۔

"جہاں پناہ قبلہ عالم اس محل کا ایک ہی درد ازہ ہے۔ اگر ہم کو کوئی مایہ قضا
و کیس نکلتے گی راہ نہ تھی۔ اور اگر حضور کو کوئی گھائل کرو تیا تو میں درد از سے پرہیز لینے
کے لئے تھا ہی۔"

شہنشاہ خاموش رہا۔ سواری قلعہ والیں پہنچ گئی مستمہ رات کے ساتھ اس کے محل
میں آیا۔ دارا اکبر کا صبح پر پوتا نظر آتا تھا۔ اسے بھی تمام فزون سے ڈھیلی تھی اور غاموں پر
اعتقاد تھا۔ یہاں بابا لال ناٹکا فیکر گاتا ہوا آیا یہاں سرد شاہ بھی تھے، وراپی بالو
ملنے سے۔ بابا لال را انداز سرد شاہ کیر کے جانشین نہ آئے۔ دارا خود ایک کناج
روح البحرین تصنیف کر رہا تھا۔ اس کتاب کو وہ خود لکھ رہا تھا۔ رات کے وقت ایک
راجپوت لڑکی نے ناچ دکھایا۔ دارا اس پر عاشق تھا اور اس کو نادرہ کہتا تھا۔ مگر دارا میں کبر
کی شان کی جگہ بجز تھا۔ اکبر کے خوش کی جگہ آرام طلبی تھی۔ شاہ جہاں کی شانہ اور حکومت کی
بیبلدار لافوں کا پالا ہوا شہزادہ۔ ایک تیز گھوڑے کو نہ بھال سکا تو ہندوستان کی حکومت کو

کیا بھالے گا۔

مستمہ اورنگ زریب کے محل میں ہی حاضر ہوا۔ یہاں اسے مذہب اہست ایک
نئے رنگ میں دکھائی دیا۔ شہزادہ نماز کا پابند تھا۔ نتیجہ ہوں کے ساتھ رہتا تھا۔ زیادہ تر غاموں
رہتا۔ قرن عید گھنٹے میں مصروف رہتا۔ نصیر الدین شاہ کی مثال مستمہ جتنا تھا مگر روش
کا لڑکا نہیں اکبر کا پوتا تھا۔ پوتا سپاہی تھا بے مثل شیخ نلت اور بے مثل حواہ جوانی میں بھی
زادہ خشک۔

مستمہ کو مال قلعہ کے دیوان خاص میں بھی حاضر ہونے کا موقع ملا شاہ جہاں تخت مل
پر بیٹھا تھا۔ درد سے یہ تخت اپنے ہرے رنگ کی طرح دکھائی دیتا۔ اس میں ایسے جواہرات
تھے جیسے جن کی ہنک پر سے دیوان کو فائدہ گاتی تھی۔ بادشاہ کے مندریں ایک جیل لگا تھا جس کو
کہ نور پور کہا جاتا تھا۔ دیوان خانہ کی دیواروں پر مینا اور پچی کاری کا کام قیامت تھا۔

اگر فردوس پر دوسے زمین است

ایسے مست و ہمیں مست و ہمیں مست

یہ شعر مستمہ نے دیواروں پر دکھا دیکھا۔ "فردوس" اس نے سوچا یہ عجیب فردوس
ہے۔ قدرت کی بنائی ہوئی نہیں مصنوعی فردوس۔ شاہ جہاں کے رہا کی تمام شاہین مندر
تھی۔ وہ شان جنوب تا شمال تھی مگر جس کا سٹ جانا غوری تھا کیونکہ اس میں قدرت کی
تسلیم کرنے والی طاقت نہ تھی۔

شہنشاہ بہت منوم تھا۔ اکبر بھی اکثر ظم کے عالم میں ڈوب جایا کرتا تھا۔ مگر اگر ایسے
عالم میں اسے پر سب سے الگ ہو جاتا تھا اور عزت لینے لگتا تھا۔ شاہ جہاں ممتاز محل کے انتقال
سے منوم تھا اس نے ٹہکی عمدہ عمارتیں بنوائی تھیں۔ سب ممتاز محل کے تھے۔ یہاں متبرہ بنوا جاتا۔
تھا جس کی شکل اور نظیر دنیا میں نہ ہو۔ شہنشاہ چاہتا تھا ایسا متبرہ جو ممتاز کے حسن کو رنگ
کے ذریعہ لافانی کر دے۔ یہاں متبرہ شگ سولی کا اوہ لٹ کے ماتم کو دوام دے دے۔

یہاں غامی میں مٹی کیسے بنے بہت سے ماڈل رکھے تھے شہنشاہ کو کئی چند
 رہا۔ وہ کہتا ہے میں نے خواب میں ایک شکل دیکھی ہے کوئی ایسا نہیں ہے
 جو ملے۔ کوئی بنائے گا اس نے نماز کو دیکھا تھا اس نے اس کے حسن کا تصور میں فرمایا
 کیا تھا۔

مختے میں ایک سردار تھا کہ گزین خدمت کو چڑھا کر لایا اور لواتھاں پناہ
 میرے گاؤں کے ایک اندھے کبار نے ایک شکل بنائی ہے وہ حاضر ہے اگر تم پر تو وہ کبار
 حاضر خدمت کیا جائے۔

حاضر ہو۔ بادشاہ نے حکم دیا۔

ایک اندھا شخص حاضر کیا گیا۔ اس نے ایک قہیلے میں سے ایک ماڈل نکال کر
 زمین پر رکھا شہنشاہ دیکھتے ہی ہلکا ہوا۔ اسے اندھے کو نے میرے خواب کی شکل کو کہا
 دیکھ لیا۔

جان کی امان پاسے تو غلام عرض کرے۔

تیری جان تجھ کو بخشی۔ کہہ جو کچھ کہنا ہے۔

جہاں پناہ۔ اس غلام کو بچپن میں متاثر عمل۔ از جہزبان کے ساتھ رہنے اور کھیلنے
 کا شرف حاصل ہوا تھا۔

آصف جاہ وزیر اعظم نے غور سے دیکھ کر کہا۔ اسے تو شیراز ہے۔

جی عایبہ۔ اندھے نے کہا۔ زندگی بھر یہ غلام از جہزبان
 کو یاد کر کے یہ شکل بناتا رہا۔ آج جہاں پناہ نے اسے پسند فرما کر مجھے
 زندگی بخشی۔

اسی شکل کا آج عمل بنے شاہی نرمان جاری ہو گیا۔

شاہ جہاں نے اپنی سلطنت کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ بنگال شجاع کو جو برات واد

کو جہاد۔ اہل کاکون۔ ایک نریب کو دیا۔ تمام ایک نریب کے ساتھ کن جہاد میں
 اس کا پورا صوبہ اور تمام آبادی کے آگے۔ سر پہ پہ پہ ایک باغ میں داخل ہوئے ایک
 نہایت۔ جہین لہکی۔ چاک ایک کرا کے پڑے۔ از قریب کی کوشش کر دی۔ شہنشاہ نے
 کو دیکھ کر نہایت ہو گیا ایک کراں کے پاس بنیاد پڑے۔ ہاتھ سے اند توف۔ وہ اس وقت
 کو دیا لڑکی نے جب اندھے سے شہنشاہ کو دیکھا۔ وہ پوچھا کہ کئی شہنشاہ زمین پر تو رہا۔ مسلم
 نے پاس جا کر دیکھا تو پوچش تھا اس نے شہنشاہ کو دیکھا۔ شہنشاہ نے کو اٹھا کر اس نے
 اندھے کے۔ طیب آئے۔ کوئی مرض کی تشخیص نہ کر سکا۔ ہمدہ کیا گیا۔ شہنشاہ کی چوری
 تشریف لائیں شہنشاہ نے آٹھیں کھلیں۔ ادبائیں کیں وہ واپس چلی گئیں۔

مسلم شہنشاہ کی پچھو کھٹ کے پیچھے تھا شہنشاہ نے اس سے کہا۔ مسم
 وہ لڑکی اگر مجھے نہ ملی تو میں مر جاؤں گا۔

شہنشاہ عالم میں نے دریافت کیا اس کا نام تیرا ہے اور وہ آپ کے چوپھائی
 منظور نظر ہے۔

میں نے ملی سے بھی ذکر کیا۔ وہ تیرا گئیں۔ کہنے لگیں میرا شوہر بڑا غلام ہے۔ کسی میں بھر
 ہوگی تو وہ مجھے مار ڈالے گا وہ شہنشاہ کی بھی ہوا۔ نہیں کرنا تیرا کو اس سے بڑی قیمت پر گرتے
 میں خریدا تھا۔ اب کیا ہو گا مسلم؟

حضرت میں نے دریافت کر لیا ہے۔ آپ کی لڑکیوں میں ایک چترائی ہے۔ کہے
 عمو اس پر عاشق ہیں۔ تیرا بانی کے بھائے اس کی لے میں تو۔

میں ہزار چترائی کے میں سے دوں گا۔ تم جا کر اسی سے کہو۔

مسلم چترائی کو لے کر صوبہ دار صاحب کے پاس گیا۔ اور بولا۔ حضور کر یہ بڑی لبت
 ہے میں شہنشاہ کی طرف سے اسے سے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ گیا۔ شہنشاہ
 کیا مشروط؟

”ہیرانی کو ہنزادے کھٹے دے دیئے۔ کی جان و جادہ ہی ہے۔“
 ”چھوڑ جاؤ اسکر بادور سے جادو ہیرا کو۔“

مستم ہیرا کو لے کر ہنزادے کے پاس آیا، ہنزادے کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔
 ہیرانی بھی بڑی خوش تھی۔ شراب کا ایک جام لئے جوئے شاہزادے کے پاس آئی اور بول
 ”آپ شراب نہیں پیتے مگر میرے ہاتھ سے یہ جام پی لیجئے۔“

ہنزادے نے ہاتھ بٹھا کر جام لے لیا اور منہ سے لگایا ہی تھا کہ ہیرانی نے جبین کر
 پھینک دیا اور بولی ”مجھے محبت کا امتحان کرنا تھا۔ آپ کو گنہگار نہیں کرنا تھا؟“
 اس کے بعد مسلم دونوں کو چھوڑ کر چلا آیا۔

”ام جوین مال تلمیس میں رہی شہزادی جہان داکو اس سے خاص اُنسیت ہو گئی تھی۔“
 بھی وہاں آرا اسی قدر ناز جہاں کا عکس معلوم ہوتا جس قدر ہزارا مسلم کی کبر کا عکس معلوم ہوتا تھا۔
 جہاں آمانہ اتنی حسین تھی اور نہ اتنی ذہین مگر تہذیب و ذوق ادب میں نور جہاں سے کسی طرح
 کم نہ تھی۔ شہنشاہ جہاں آرا کو بہت چاہتا تھا اور پرورین بھی اکثر اس کے سامنے دست بستہ کھڑی
 ہوتی کیلئے انفرکات سیر اور زیاچ رنگ میں دونوں ساتھ تھیں۔

آخر کو ایک دن شہنشاہ بیمار پڑا۔ شہر میں خبر مشہور ہو گئی کہ مر گیا۔ شہنشاہ نے جعفر کے
 سے دشمن دینا بند کر دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہی کا تخت وادما کو دے کر خود آگرہ میں جا کر رہے
 ہر وقت اپنے شاہکار تاج محل کو دیکھتا رہے۔

مسلم کو دکن میں یہ افواہ پھیلتی ہوئی سنانی دی۔ اس نے ہنزادے اورنگ زیب سے
 ذکر کیا۔ شاہزادہ خاموش رہا۔ کچھ عرصہ ہی میں دارا کے شہنشاہ ہو جانے کی خبر آئی۔ اورنگ زیب
 نے ایک خط دے کر مسلم کو مراد کے پاس روانہ کیا۔ اس کے بعد اورنگ زیب اپنی فوج لے کر
 گجرات چلا۔ راستے میں جہڑلی کے جنگل میں شجاع نے دارا کے خلاف بغاوت کر دی ہے اور
 ہزارا جو سونت مشہور فوج لیکر جنگل بھیج دیئے ہیں۔ مراد کے پاس پہنچتے ہی اورنگ زیب نے

”جاہل و کافر ہندوؤں کی ملکیت مراد کے ساتھ۔“ اسی لئے دارا اور ہندوؤں کی فوجیں دارا سے لڑنے
 پڑھیں۔ اور جوت کہہ تمام پرتشنگ ہوئی۔ اس کی فوج بھاگی۔ اورنگ زیب کی فوج نے بھیجا
 کیا۔ سیکری چھوڑ کر چلا گیا۔ دارا کو شہنشاہت ناکش ہوئی۔ مسلم کی فوج میں ایک دستہ
 اس کا بھیجا کر لے چلا۔ اورنگ زیب نے لڑا۔ شہر جہاں جہاں پہنچ چکا تھا۔ اس نے تلوار پر
 چبوتے بٹھا دیئے۔ خود اشد گیا اور باپ کو تہذیب کا حکم سنایا۔ جہاں آرا اور ہندوئیں بھی قید ہوئیں۔
 اورنگ زیب نے عالمگیر کا لقب اختیار کیا اور شہنشاہی کا اعلان کر دیا۔

دارا نے سیکر گتیش بہادر کے بیوی بچہ والی تھی۔ مستم نے اس کی مقدس خانقاہ تو گھر لیا۔
 دارا پھر فرار ہوا مگر کچھ ہی روز بعد پکڑا گیا۔ اس سے وہی لایا گیا۔ مستم نے یہ سمجھتا تھا کہ دارا ایک چمڑے
 ہنس پر بٹھا کر سلائے شہر میں پھرایا جائے گا۔ جب دارا کا ہاتھ پاؤں چاندنی چوک میں سے گزرے۔ خا
 ایک فقیر روڑتا ہوا آیا۔ اور بولا۔ ”شہنشاہ دارا تم نے ہمیشہ میری التجا بول کی۔ اس وقت بھی میں
 تم سے بھیک مانگتا ہوں۔“ دارا نے اپنا سینا اور شمال اس فقیر کی طرف پھینک دیا۔ سڑک کے کنارے
 کھڑے ہوئے جمع سے ایک چمڑے غلطی مسلم دیکھتا گیا کہ سارا شہر دارا کے لئے سو رہا تھا۔ گر کوئی کچھ
 کر نہیں سکتا تھا۔

دارا کو قتل کر دیا گیا۔ گردینے بہادر کو پس پکڑا لایا گیا اور اسے اورنگ زیب نے قتل
 کیا۔ اورنگ زیب نادر کے لئے جامع مسجد آرا تھا۔ شرک پر اس نے دیکھا کہ سر و شاہ ننگے تاپت
 چلے آ رہے ہیں۔ اور ننگے یہ تیرا فعل خلاف شرع ہے۔ بادشاہ نے کہا۔

مسعد شاہ گانے لگے۔ رباعی

شاہ شاہانیم نادر چوں تو عسکریاں نیستم
 ذوق و شوق سورتشم لیکن پریشاں نیستم
 بت پرستم کافر از اہل ایساں نیستم
 یہ کہہ کر وہ مسجد کی سیڑھی کے پہلے رہنے پر آئے اور رباعی کا چوتھا مصرع پڑھا۔

۱۷۸
 اورنگ زیب گھوڑے سے اتر چکا تھا۔ گھوڑا لی کر سرنگ گریون پرادی ہنتر
 اپنا سراپا نہیں لئے ہونے دینے پر پڑھنے لگے۔
 "اوسے کیا کرتا ہے دنیا گراہ جو جلسے کی پیریزنگ کی آواز آئی۔ سرزد میں گئے۔

مسلم لگے بڑھا اور ایک ادب سبھی کی دوسے ان کی کشش کو اٹھا کر پیریزنگ کے پاس پہنچا۔ مگر
 اس رات مسلم کو خیندہ آئی۔ وہاں میں اس کا جانا ضروری تھا اور وہ باں روز پیریزنگ
 واقعات جیتا آخر اس نے بادشاہ سے اگرہ اپنی میری کے پاس جانے کی اجازت لے لی۔
 تن تنہا وہ اگرہ چلا دہلی سے وہ پیریزنگ کی جنگل کی جہانے لے بڑی فرحت غشی وہ سوچنے لگا۔
 یہ سب کیا ہو گیا۔ اکبر کے دوستوں نے ہر گئے۔

اس کا گھوڑا قدم قدم چلنے لگا۔ اُم تہدین کا تصور اس کے سامنے آیا۔ اسے عکس
 ہوا کہ وہ سامنے کھڑی ہے اور وہ بول اٹھا۔ اکیا یہ سب میں کیا دیکھ رہا ہوں۔
 وہ چونکا۔ انا کا تصور غائب ہو گیا۔

اس کا داغ ہی بدل گیا تھا۔ منغل دور نے اس میں ایک نئی قوت پیدا کر دی تھی۔
 قوت فکر عرق کی شاعری کی صفت عرفی ایک شیرازی بہاں آیا تھا اور گھوڑے سی دونوں
 میں مار گیا۔ اس کی شئی بھی غیب سے گئی مگر اس دنگ رتار کو جیادہ سمجھا دیا کوئی اور شاعر
 سمجھ سکا عرفی بہت بڑا شاعر تھا۔ مگر اکبر اعظم! اس سے بڑا بادشاہ کبھی کوئی نہیں ہوا۔

افلاطون کا فلسفی یا رشاہ دی تھا۔ فکر اور رواداری اس کا حق تھا۔ اس کا یہ حق دارا کو
 سلا تھا۔ مگر دارا نا ڈلا بیٹا۔ بزدل مغرور نا کارہ۔ اورنگ زیب کو اکبر کی سیاست بہت شجاعت
 می تھی مگر بیشک زہد یہ تو اکبر میں کہیں چھو کر نہیں گزرا تھا۔ یہ نہ ہیبت کسی اسلامی بادشاہ
 میں نہ تھی۔ کیا اورنگ زیب مثالی مسلم بادشاہ ہے بغیر ہی اس کو کس قدر مانتے ہیں۔ اکبر نے
 کفر چھلایا تھا حالانکہ اسلام کے زور کر رہا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہی مذہب کا وہ نمائندہ بنا جاتا

تعارف شیعہ۔ کلمہ۔ یہ گاہہ ٹھن ہے۔ صبر و صلا تہا پانہ ہے۔ معمولی پرے ہت ہے
 گانے لائی کو اس نے بند کر دیا تھا۔ ان کو مسجد کیا اس کا مل پر اسلامی ہے۔ ہندو تائی
 اب اسلام آیا۔ اکبر بند تھا۔ مگر کبھی یہ نام باں کب تک چلتا ہے کس گھاٹ تہا ہے
 سمجھیں نہیں آتا۔

وہ اپنے گھوڑے کو سر پہ ڈال دیتا اگر رفتار سے اس کے سونچنے کی طاقت سلب
 ہو جائے۔ سوچنا اس کے لئے تکلیف دہ تھا مگر بہر حال وہ اٹھک جاتا تو گھوڑا قدم قدم چلنے
 لگتا اور وہ سوچنے میں محو ہو جاتا۔ اکبر کے جوتوں کوڑے ہوتے۔ وہ ایک دور سے ہے۔ بہر حال
 ہونے ایک بھڑا دور سے ہے۔ یہ غالب کیا۔ وہ بھڑا کوڑہ تھا۔ تعویذ ہندویت پیش گزرتے تھے۔ یہ
 دلا مکتوب شہشاہ ہوجانا چاہتا تھا۔ بغیر طبعی کے کوٹھے پر چڑھنا چاہتا تھا۔ مگر اکبر نے
 ہی تھا بڑی تھا عیاش بھی تھا اس میں یہ سب چیزیں گزرتی تھیں۔ یہ بھٹ نہ بھٹ نہ بھٹ نہ بھٹ نہ
 اُس میں تاہر غالب تھا اس نے خود ہندوستان فتح کیا تھا۔ سپاہی تھا۔ یہ منکر بھی اور شیا
 بھی کرنا تھا۔ دارا میں منکر پیش موجود سپاہی غائب اورنگ زیب پا ہی ہے۔ پورا سپاہی
 ہے۔ کیا وہ منکر نہیں نہیں۔ نہ نہ کر کا قائل ہے۔ اورنگ زیب کی مدد پہلے کا مسلمان
 ہے۔ تعویذ کے دور سے پہلے کا۔ غلام کے راشدین کے دور کا۔ اکبر کا جانشین نہیں بلکہ
 منگس دل۔ پابند خور خوار۔

اسی طرح سوچتا ہوا وہ اگرہ پہنچا۔ دور۔ تاج محل آسمان پر ایک گھبراہتی
 ہوئی تصویر کی طرح دکھائی دیا۔ کیا خوبصورت تصویر ہے قیامت ہے قیامت وہ
 قریب کیا اب تاج محل کی عجیب شیا ہے۔ اکبر کا منوم جو رہا تھا ہندوین پر رکھا ہوا تھا جان
 طرف ہرے ہرے درخت تھے ادب میں یہ محل رکھا ہوا نظر آ رہا تھا جب وہ پہلے نہ تھا
 میں آیا تھا تو پڑوں کی ہالی ہی ہالی سے دھن دھن تھی۔ مہرعت ہالی تھی پڑوں کی
 ادب ان پڑوں کے درمیان سلم حکومت کا یہ کرشمہ تھی تہا تھا۔ یہ عمارتیں مسلم تہا

۱۸۶
 اس میں ہیں۔ اور محل کو کھدات کا ساما مل شاہ کھدیہ تلخ محل سے شاہ جہاں نے جس پر کیا
 بڑی چاندیا کچھ نہ کر سکا۔ اور ازل کا۔ اکبر کا قصور میں کام ختم ہو گیا۔ اور نیک کریم ملکہ ہے۔ اکبر کی
 دیکھی ہوئی خیاوت کو جس پر ہے۔ گراوے کا۔ مزدور گراوے کا۔ گرا کر لے گیا ہوں کا مقبرہ بنایا
 تھا جس کا کمال پہنچ محل ہے۔ کیونکہ اس کام کو شاہ جہاں نے پورا کر دیا شاہ جہاں اپنے
 اس شاہکار کو بہت ہانسا ہے۔ وہ قلعہ میں قید ہے۔ لیکن وہاں میں بیٹھا ہوا ہے۔ ہر شے میں
 تلخ محل کا نفس پڑ رہا ہو گا۔

وہ جہاں کو پار کیلے رہا گھوڑا پر تار ہوا۔ وہ تاج کو دیکھتا رہا۔ وریا سے یہ محل کچھ اور
 ہی چیز نظر آ رہا تھا۔ اس میں کیا تری تھی۔ پلٹ کر اس منشا خدا والدولہ کے مقبرے کی طرف
 دیکھا یہ مقبرہ چنانا کمری کا کمال تھا۔ اس کی نگاہ قلعہ میں سے بھاگتی جوتی عورتی مسجد
 پر بھی پڑی۔ یہ صفائی اور سادگی کا کمال تھی۔ تلخ میں وہاں غریباں تھیں۔ ہر ٹوٹی تھی ایک
 محل شاہکار کاں تھیں۔ مدھر اس میں ایک عجیب روح تھی۔ بیان نہیں کیا جاسکتا۔
 ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ تلخ محل میں اکبر کی روح تھی۔ ہاں اکبر کی اودہ غور سے دیکھنے لگا۔
 یہ خیال رہا کہ وہاں اس کا گھوڑا تیر رہا ہے۔ وہ عورت کے عالم میں دوسرے کدو ہے
 پہنچ گیا۔

دیا سے نکل کر وہ قلعہ کی طرف جا رہا تھا تو اسے عرفی کا یہ شعر یاد آیا
 حرم کبر شکست و اسام قبلہ ہر بخت
 بطرح تازہ یکے قصر بے قصور نہیں
 یہ اکبر کی روح کا الفاظ میں ترجمہ تھا۔ اکبر ایک قصر بے قصور بنانا چاہتا تھا۔ اسکو
 اکبر نے اپنے تمام جائیشوں کا مقبرہ بنایا تھا۔ مگر جہانگیر ہی لاہور میں دفن ہے۔ شاہ جہاں
 بننے والی تاج شہر ہوئی کا بنایا تھا۔ مگر نہیں اس نے یہ قصر بے قصور بنایا۔
 وہ قلعہ میں پہنچ گیا۔ قلعہ کے محاذوں نے اسے پہچانا اور۔ برے تپاک سے پیش آئے۔

۱۸۷
 انہی کے کہہ رہی تھیں ایک میں اس کے کہنے کا ساما مل کیا۔ یہاں اٹھ چڑھیں اس سے
 ملنے آئی۔ وہ بھی تاج محل کی ہی چیز معلوم ہوئی تھی۔ وہ بیٹھا ہوا اسے دیکھتا ہی رہا۔ اس
 کی مسکراہٹ اب ایک عجیبہ انداز میں نظر آ رہی تھی۔ اس کے سر پر چھپکا اور ٹیکا اس کے
 باؤں کو ایک محل رنگ دے رہے تھے۔ نیکے میں ایک کچھ ایچ چمک رہا تھا اور چھپکے میں
 کئی پتے اور ہیرے عجیب نور سے رہے تھے۔ قدرت کے کرشمے پر انسان کی نشانی محاذ
 معلوم ہو رہی تھی۔ ہر دین کا جسم بھی اب بعض نازک شےیں رہ گیا تھا۔ بلکہ زیادہ بھل ہوا معلوم
 ہو رہا تھا۔ عزم اور رکڑی اور اس پر پیشواں پتوں میں چست چڑی دار پائے جا رہے۔ گورے
 گلے میں سونے کا طوق سینے پر بڑی بڑی ہیکل لایا ہوا پر کر کے اور چڑیاں اس کے قدرتی سن
 کھاتے ہی حوزوں میں رہتے تھے جیسے کہ کچھ کاری کا کام ہی محل کے من کو دو بالاکتیا تھا۔ مسلمہ کے
 جذبات بھی اب متوازن ہو گئے تھے۔ پہلے وہ کچھ صبر کے بسا پہی پاری تا کہ
 دیکھ کر اس سے چمٹ جایا کرتا تھا اگر اب وہ اسے عورت کے ساتھ دیکھتا ہی رہا۔ اس کی خوش
 بھی ایک نئی نوعیت کی تھی وہ اسے اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے کوئی فکر کسی نئی شاہکار
 کو دیکھے۔

”اما تم بھی تاج محل کی طرح کی ہو گئیں۔“
 ”اب تم تو اورنگ زیب کی طرح نہیں ہو گئے۔“
 ”نہیں اما۔ اکبر کے دو کھڑے دانا اور اورنگ زیب میرے انا۔ کشمکش کر رہے
 ہیں۔ گراہی محل کو دیکھتے ہی وہ کشمکش ختم ہو گئی اور اب تم بھی تاج محل..... آتا تھا۔
 لئے یہ قید نہیں ہے۔ مجھے ظلم پناہ نے یہ اجازت دیدی ہے۔ چلو ہم تم اب وہیں دو ایس جلیں
 اپنے مسئلہ پر۔“
 ”اے خاموش رہی۔ مسلم نے اس کی ٹھانی پار کر ٹوٹی دانا مدلی سے اس کے ہون
 پر بوسہ دیا۔“

۱۹۲۰
 یہاں سے پہلے وہ اس مسلم جہانگیر کے پاس آئے تھے۔
 جہانگیر کو دیکھا تھا اور عرض کیا: "میں نے وہی جہانگیر دیکھا۔" اہل کو بھی وہیں حاضر کیا
 کر دیا۔ یہیں جہانگیر کے پاس آئے اور ان کے پاس سے ہوتے ہوئے چلا جاتا تھا۔
 "چہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ میں اس کے پاس آؤں اور ان کے پاس سے ہوتے ہوئے چلا جاتا تھا۔
 ہوں۔ ہر وقت ظلم اور ظلمت تھا۔ ان کے پاس سے ہوتے ہوئے چلا جاتا تھا۔
 وہ وہ سکون اور کہیں نہیں مل سکتا۔"
 "مگر تم تو درگاہِ نوب کے خاص آدمی ہو۔" ان کو تم ہی پکار کر لائے۔
 "خاص آدمی تھا۔ اسے نہیں ہر جگہ سے اس میں اکبر کا وہی کمرہ دکھائی دیا تھا۔
 اس کی فتح کے وقت نمایاں ہوا تھا۔

[illegible]

پس یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ تم لوگ ایک ہی جگہ رہو اور ہمارے ساتھ آئیے لوگ بہت ہیں۔ اگر تم نے اس چیز کی بنیاد رکھی تھی وہ جڑیں پکڑنے ہوئے ہیں۔

یہی تمہاری سبقت تھی کہ وہ بنیادیں نہیں ہے میں ہی دیکھ رہا ہوں۔

کہ وہ سب کچھ کہتا ہے شاید تم ہی سچ کہتے ہو۔

وہوں نے کئی دفعہ پراگرتھ دیتے اور اسی طرح باتیں کرتے رہتے۔ اور ایک دن جس وقت جنگ کی موت آئی تو اس کے بعد ہی دن بعد اورنگ زیب نے جس وقت جنگ کے لوگوں کے ساتھ بیت کر کے وہاں پہنچے۔ انھوں نے خبر سن کر کہ اورنگ زیب آئے ہیں اس وقت چھٹا چاہتا ہے اور مسلمان کرے گا۔ اور چوتھ سب جگہ ٹھہرے ہوئے۔ سزا دیا جاتا ہے۔

سے فرما رہا ہے کہ کیا تم نے میں نے جو کہا تھا وہی ہوا کہ نہیں۔

اورنگ زیب نے راجپوتوں سے جنگ کا اعلان کر دیا۔ مسلم اس کے ساتھ جنگ پر گیا۔ کہ اورنگ زیب کے بعد صلح ہوئی مگر مسئلہ کو محسوس ہوا۔ آستانہ سکونت کی بنیاد پڑی اب اس عمارت کا گڑا لائی ہو گیا۔ اورنگ زیب بھی خوب کھینچا تھا۔ یہ سب نہیں ہے۔ یہ طرفہ خراب ہونے لگے تھے۔ پریشانی سے بچنے کے لئے اس نے دکن کو فتح کرنے کی ٹھانی۔ سپاہی سپاہی کا پھر میدان میں اپنی جان دے دینا چاہتا تھا۔ مسلم کو اس کا ہر کام ہونا پڑا۔

مثل فتح اس شہر کا شہر تھی۔ جہاں پورا دارالعتی ایک پر اشہر آباد ہو جاتا۔ بازاریں لگتی تھیں۔ ہر قسم کی تفریحات ہونے لگتیں۔ یہاں پورا درگاہ کے قلعے اس فوج کے لئے کھینچے تھے۔ اورنگ زیب پہاڑی پر نماز پڑھتا رہا۔ فوج نے دم کے دم میں قلعوں کی فہمیلیں توڑ ڈالیں۔ مسلم کو محسوس ہوا کہ سپاہی گریہ کا زمانہ پھر واپس آگیا۔ یہ جو پورا درگاہ کے ختم ہوتے ہی ایک نئی قوم سے مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ شیواجی کی قوم تھی۔ شیواجی کا دل کی تیر سے بھانگنا تھا۔

پس یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ تم لوگ ایک ہی جگہ رہو اور ہمارے ساتھ آئیے لوگ بہت ہیں۔ اگر تم نے اس چیز کی بنیاد رکھی تھی وہ جڑیں پکڑنے ہوئے ہیں۔

یہی تمہاری سبقت تھی کہ وہ بنیادیں نہیں ہے میں ہی دیکھ رہا ہوں۔

کہ وہ سب کچھ کہتا ہے شاید تم ہی سچ کہتے ہو۔

وہوں نے کئی دفعہ پراگرتھ دیتے اور اسی طرح باتیں کرتے رہتے۔ اور ایک دن جس وقت جنگ کی موت آئی تو اس کے بعد ہی دن بعد اورنگ زیب نے جس وقت جنگ کے لوگوں کے ساتھ بیت کر کے وہاں پہنچے۔ انھوں نے خبر سن کر کہ اورنگ زیب آئے ہیں اس وقت چھٹا چاہتا ہے اور مسلمان کرے گا۔ اور چوتھ سب جگہ ٹھہرے ہوئے۔ سزا دیا جاتا ہے۔

مٹی رہا پس ہر اترتے برس کا بارچہ پچیس برس تک گھڑے کی پٹھ سے نہ اترتا تھا یا ہر ایک
 طاقت اور اکثر کا غم اس میں عروج و کمال پر پہنچ کر نہ ٹھنکے و گمراہی سے نہ جھٹھے بہت علم اس
 کی ہمتی کر کو دیکھتا ہے عیسویں ہوتا کہ مغل حکومت کی موت قریب ہی ہے اور گنگا پاؤں
 کو زینے پر اڑا لے گا۔

اور گنگا زینے لکڑی ٹپکتا ہوا آگے آگے در سلیم پور پہنچتا ہے اس کے پاس ہوا باقی
 کی قبر پر پہنچے قبر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد اور گنگا زینے کا پتہ لگا۔ ستم سے ہوا میرے قوا و جواب
 دے رہے ہیں میں اب اپنی ہیرا بائی سے جا ملوں گا۔ مسلمان بھی کیا زمانہ تھا انھیں یہ ہے
 ستم نے اسے بھٹالا نہیں دیا اس نے لپٹے لپٹے ستم کر خط لکھوایا خط کا آخری
 تھا۔ ازماست ہر خدا دانی۔ اس جملے کو وہ بار بار دہراتا رہا۔ ازماست ہر خدا دانی از
 ماست ہر خدا دانی۔

سلیم سوچتا رہا کہ اس جملے میں اور گنگا زینے کی حکومت کے مکمل معنی آگئے ہیں۔ اور
 اور گنگا زینے ہدایت کی کہ فلاں مہری کے پاس جو روپے جمع ہیں ان سے اس کی تعمیر ہو جائے
 ہو ستم اللہ کو اس مہری کے پاس گیا روپے لایا اور ایک خط بھی لایا اس نے اس میں بادشاہ کو
 چیکہ تھا سر بہر خط کو توڑا گیا۔ اس میں لکھا تھا "میرے کہ تمہیں جو روپے حیرت نہایت شہید
 مطابق ہو۔"

مسلم کے ہاتھ سے خط زمین پر گرا۔ وہ ہاٹل ہو کر چلے سے باہر بھاگا!

۳

لعل قلعہ میں بادشاہ عظیم جہاں آباد کی حالت بہت غلاب تھی۔ وہ ہر کھیل
 تھی اس پر کچھ پاس میں تھی سلسلے زینے کھڑی رہتی تھی۔
 پھر دین عالم شہزاد کی غیبت آواز آئی میری زلف لہریں کیا نہ تھیں
 ہاں کھینچیں۔ جوانی میں باپ قید ہوئے آٹھ برس میں بھی قید میں رہی۔ اب بادشاہ
 ہرئی حال گیر بھائی چل بسے میرا گناہ باگونی نہ تھا۔

"حضور عالی جاہ۔ آپ بھی اپنے بھائی کی جوت خدا پرست ہیں۔ آپ کو خدا
 اللہ دانی ہیں۔ آپ دلی اللہ۔"

غیر جو کچھ ہوا جو کچھ خدا کو منظور تھا ہر اقدار کی فتح پر جو جہاں
 میرے جسم میں آگ لگ گئی تھی کاش وہی وقت ہر اس وہابی کے لئے لڑا جائے کہ
 تھے بہت شکر کو میں نے بٹا کیا تھا وہیں نہ پانچ خانہ تھم مجھے محبوب ہی کو دیا۔ میرا
 ایک کونے میں دفن کرنا میری قبر پر کوئی سایہ نہ ہو گا۔ کچھ ہے اور اسے نہ لکھی ملتا
 اس پر یہ شعر لکھوانا ہے

موافق اور پس پاپہ تو یہ وہاں از کو کر گئی نہ کہ شہرہ ہندی کا دار۔ برائی اگر بھی
 جو ملی مرصعات یافت۔ حال خط و کلام و صرف مدد پر تو کار و انانہ کام دل فر
 ہو قف عرصہ اس میں نہ تندر کتاب باز لکھتا رہا تا اجماع شورا ...
 کیا کمال کے لوگ تھے۔ جاہل اگر علم دوست تھے علم کے مہر میں اس سے مراد
 نہ کوئی ہے جو اور اور دانش کی شریک چیز تھی اس سے بہتر نہ چیز ہی میں نہیں آتی اگر کسی کے
 دانے میں چھوٹی نہ ہی شریکھی مگر یہ شریک تھی اس کا پہلا جملہ اس نے چڑھا۔
 - سو دریاں شریک کے قائل کہ جو دریاں مرابستان - دریا کا کام و دریا خانہ
 بشبہ تانے صاف ہی غیب الہیان اندر کہ چاشنی نقیہ کے شکر درگ پے
 نے دوا بندہ

واہ یہ قادیان - لایق شوقہ - دیکھیں متلی - اس میں دعایت کمال پر ہے گو بیت
 پر دکن کے ملی ماری شہر کے لئے وطن کا شہر ہے۔ اور افضل کی شریک شریک شریک شریک
 - نی نیامیا ان سخن - نیامو سخن اور یہ سب اگر کی دعوتی برات ہے۔
 مستم زیادہ تروت اور افضل کو شہر میں صرف کرتا۔ اس نے تمام کلمات کی
 پنے لئے تعمین بھی کرالیں۔

مگر پھر بھی اس تمام دور میں مفہوم چیز شاعری ہی تھی۔ ملک لشورافضی اور افضل کا
 بھائی بڑا شاعر تھا اس کی شاعری کی خوبی اسے اس مطلع میں ادا ہوئی دکھائی دی۔

ماز باران طریقت شریک پر شیر است

وہ زردان بلار انظرے و پیش است

فیضی بڑا شعور ہی تھا شاعر سخن شناس بھی تھا خیا لکھنا۔ در احمد عرشہ خاکی
 نہ از صافی مشرب اندر و شہر تہذیبی و از دیکے لاکھ تھی روگیر تلہری کہ نہایت دیکھیں کلام
 است۔ اس را کہتے کس کو تھا تو، نہ ہو گا مگر فیضی کی سب سے اہم اصل رسدوں کی بلات

کیا کہ جو عرفی شہر لکھ کر لکھی اور فو قعدت و اہل و عیالی و پاشنی الفاظ و صحت نکرو
 لفظ غیبہ کہتے اور ہر اور تہذیب حقیقت ہے کہ پشیمانی نہ تکرہ لکھی ہوں میں تمہرہ جملہ الامور
 کمال سخن کا سب سے اہم نو خطا

مستم خالی تہذیبی - اخیر ہی اور عربی کی جملہ عربیوں و یکس سے تہذیب کر کے عربی تہذیب
 نظم و نظم

جس کتاب کہ در صافی دل افتاد است تو کتبہ اکابر و ادب و افتاد است
 ان کی کہ سینہ باطل مقابل افتاد است کجہریت کہ سخن مقابل افتاد است

شعری

چگونہ گریہ جو شہر کہ چشم سپید اغم

افتاد قیامت مقابل افتاد است

وہ تینوں کے کلام پر سر جھٹا ہوا جھٹا کے گارے بھل جاتا۔ ہر ایک کا رنگ عراقت
 مگر عربی سب سے بالاتر نظر آتا۔ اوروں کے است اگر ایک ایک شعر یاد ہے تو یہ ان کے درامد
 تین یا دو ہر گئے تھے اور ہر کی ہر کی لفظی ہی کا یہ شعر سے بہت زیادہ مرغوب تھا۔
 صاف فریب لغات گماست دم و دہ

بزار گنج جو پر اسٹہ دل افتاد است

وہ شعر کہتے جو تہذیبی اور نظریاتی کہیں پہنچتے نہ دیکھتی دیتے۔ اُسے عربی کا شعر

یا تو تاسہ

تعبید عظم ہوس پیماں - در حسنہ

تو از قبیلہ عشقی و عیفا مت غزل است

عربی نے تعبیر سے بھی کہے فیضی اور تلہری نے بھی تعبیر سے کہے مگر قبیلہ کا
 نظم ہو چکا تھا۔ اتنی خدائی موزیہری بخسری اس کو کہہ رہے تھے کہ فیضی بھی عربی ہیں کہ

در پیروان امام خمینی: روح و بدن

شاید متوجه نشوید و التماس کنم که تا چند است

خدا را ترک کرد و علم سحر و کیمیا را آموخت

ہفت یا بعد ازیں اور چھ عریس چھوڑ جاتا تو کہہ دیا کہ ہم ہندی کا کوئی خاص چوں کہ
ہر مری کے دوست بہت پاتے تھے۔ وہ کہیں کے دو جو سہائی یا تانہ کر گئے تھے۔ پر میں غلام سے
بہتر نہ تھا۔ تو میری سہم رہا تھا۔ وہ تو نہ تو میری پہچانی نہ کر رہا تھا۔ نہ وہ پہچانتا تھا۔
میرا کہہ کر یہ دو بے خبر ہو گئے۔

میں نے چاہا کہ وہ میری زندگی میں رہے۔

جب تک کہ اُنیں غارتہ نہ لگئے ہوں

زمین و سحابی پر خیمہ کا مدت تو بڑھ چسکا ہے

نوئے قیامت ابھرا رہا۔ محاسنِ شریعت

جہاں کام آئے سو بی بی کی کوسے قرار

مگر اگر کسی دہریہ میں چین سے بیٹھ جائے، اس کے دشمن اور رجز سے تھے کسی دہریہ کی رائے تو یہ نہ رہا، نہ جان کر تو کسی دہریہ کی رائے کے درپے ہیں اس کی زبان پر یہ کہہ گئے تھے کہ بات پر دہریہ عدسے پڑھتے ہیں۔

تسلی بہ ہوا دل میں کاشی سے کہلائے
تسلی آہ گریب کی چرخے کشی نہ جانے
تسلی پر گھر جانے کے رکھ نہ بکھے کوئے
ایسا کر مایا نے کر کر رہے باست

میں جو دہر اس کا گریب پر سر ہائے
میں یہی دھرت کی گھنٹ بھنٹ بھنٹ
اپنا جو ہم نواز کے بات نہ پرچے کیا
تسلی دھرت گریب کی کوئی نہ چھ بات

دوسرا اہم ہندی شاعر سہو اس تھا جس کا شمار بڑے عارفوں میں ہوتا تھا۔
 کیا تھا اس کے وہ ہیں سے زیادہ اس کے "سویا" کی طرح منہ دین کی ترقیب تھی۔
 اس کے ٹکڑے لگا کر مسلم کو ناتی جیسے۔

من شمرن لوات گنشن کسان کسان

جن فن دیکھئے! ہی نہیں ہو

ایستاد تمام حواری

پیری بن چھوڑ سرق دسے کلکھن کی

پس وہ کہتے ہیں:

پانی کون دیکھیں

سبب: ۱۰۰۰

روزیت کو غور سے

نیچے کیسٹریٹ سوائی

روں ہی باتیں کرتے کرتے محل خلع کا کراہا۔ پر اس دیندہ انسان کا ذکر کرتی برہمنی خاص
کرتی تھی اور اس جیسے کرتی تھی۔

مسلطہ خاندان کی عورتیں بھی ایک سے ایک سخت اور بڑھتی ہوئی گزری ہیں۔
مگر ہرگز بتو اس۔ سب کی زندگیاں بڑا کبیر کسی کی سادی نہ چسکی مسرتاں
ہیں گشت میں کب دیا ہے کہ جس پر میری آہر پر نکھو ادینا ہے

بروز اور حلقہ بیاں نے چرخے نے لکھ

نئے پر پروانہ سوز و گداز نے چلیٹ

زیچاری ... کیا کہوں کیا درو ہے ... وہی بات ہر جہاں آ کے ساتھ تھی۔
اور جب ذیبت نے تپ اور گناہ کر دیا تھا مگر اس کے سر پہ ہی ملامت میں ان
فنون کی شدت نظر تھی بادشاہ زیادہ سے زیادہ ان میں ڈپ چا لیسے لکے تپہ دین کی اب سبیت
ایسے تھی کہ وہ خرد اپنی یا کالی مگر جیسے وہ محل کی خاص خاتم تھی بھڑادیوں کی آئین تھی
دین تھی ان فنون کو سب سے بڑی ہاں میں تھی ہاں میں تھی تپہ دین کے ایک اور دروڑ گار
و تپہ تھی دینا جیسے لکھے ایوں کو ایک گردہ اس سے تسلیم اپنا تھا مگر سچی زیادہ تر عورتوں
کا فن ہوتا ہوا تھا

معلم گیارہ ب کے علاوہ متروقی نے بھی مڑوب کیا تھا۔ اس کے کتاب خانے میں جتنی
مانیہ تر تھی مگر بھیریاں میں نہایت عمدہ تصویریں بھی شامل تھیں۔ ان تصویروں کو وہ
تصویریں کہلاتی ہیں جو تپہ دین کے دور کے سڑھم متھ کی تصویریں تھیں اور گنتیبت
کے متروقی نے صورتی کو دروڑ کر دیا تھا مگر اس کے دور کی بہت سی تصویریں بنائی گئی تھیں
تھیں اور علاوہ سڑھم کے نام کی تصویریں سب سے بہتر نقیض تھیں مقرر تھیں ایک نام پر
تھی بیا بیا سے سب سے زیادہ عزت دیا تھا جتنی ہی تصاویر دروڑ تھیں اس میں بیا بیا
ان کو مزید بیا بیا کر پڑے نل دو کی جا بیا بیا نے آج کی تھی۔

وہ فن مہارتیں ہی کسی پتہ اور کڑ پانی مہارت کو دیکھنے جاتا اس نے ان
جس کے عاات لکھے اور وہ کیا تھا شاہ شاہ دہلی کے محلے کی چوکی دلی میں بھیل
پتہ کنی مسلک کے دل میں ایک سنا پتہ پتہ اور ایک سنا پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ
کر دے کر دے کر دے کر دے کر دے کر دے کر دے کر دے کر دے کر دے کر دے کر دے کر دے
تھی گزری تھا وہ گزری سے کیا تھا یہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ

نادر شاہ کی فوج دلی میں داخل ہوئی اور فتح پور میں مس کے پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ
ہوا اور پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ
نادر شاہ کو تپہ دین کی وہ سب گیا سب گیا سب گیا سب گیا سب گیا سب گیا سب گیا سب گیا
افسرہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ
چلے پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ

کسے نہ نادر کے دیگر بہت تپہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ

وگر نادر کے کئی خلق راو باز کشی

یہ جہاں نادر کے پاس بنایا اس نے شعر گزشتہ ہی میں ہو سکے لی اس کی فوج
نے گشت و خون بند کر دیا نادر گھر سے پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ
نادر کے بدلتا لطیف شاہانہ لباس میں استقبال کے لئے منظر نظر آئے تو پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ
نادر کو لپٹ گیا اس نے بڑی اندھے آہ لہری اور پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ
کے پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ
سماں دیکھ کر پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ

نادر کے پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ
بے تپہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ
پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ پتہ

اور وہ عجیب سے حال نکال کر کھانے لگا مہمان ختم کر کے کھانا ملوہ خوب اسے دیکھ جاتا ہے۔
ایک شہر کو اس نے شہر کی سیر کا ارادہ نہ کر کے شاہی ہاتھی مایا گیا وہ شہر بھی دیکھ کر
اس پر چڑھا اور میں بان سے بولا "لگتا ہے کہ اسے مراد ہے وہ سے سمجھا گیا کہ اس جا کو رکھ کر گام
نہیں چھوڑا جاتا بلکہ قیدیان چلا تا ہے وہ یہ کہہ کر من میں مرکب داسواری شروع کر لیا
در دست درگست شہر دیکھی پر سے خود چلا۔

مسلم یہ سناں دیکھ رہا تھا وہ بہت متاثر ہوا یہ گدہ پر بیٹھا اپنے گھوڑے کی دھما
پانے ہی بات میں لئے دیکھ کر ایسی سواری یہ بیٹھا سکتا تھا جس کی دھما اس کے خود کے ہاتھ
میں نہ ہو۔ خود اٹھواری کی حد تک سات سات مسم کو یقین ہوا کہ اب نادر شاہ کا خاندان
ہندستان پر حکومت کرے گا مگر میں نادر شاہ کی طرح آیا تھا۔ زکیر نے کراؤ نکلتا
کے کراہیں گیا ہندوستان کو تفریق کر گیا مغل حکومت کے اقبال کو ختم کر گیا۔

مہر شاہ اور بھی زیادہ دھمکیاں دیا مگر میں لکھ رنگ میں مہر شاہ پر مہمان
ہر جانا سوئے کے اپنے خوابے تھے۔ ان میں شنگی خود میں بند ہو میں یہ ٹاپوں کے پاس جا کر بیٹھے
کی طرف پر جھانکنا۔ باتک دیکھتا ہوا پانچا کر اندر ہو جاتا۔ پردوں میں سناں دیکھتی وہ قلعہ جھونڈ
دینا چاہتی تھی مسلم بھی گھر واپس ہونے کو بیٹھ کر تھا۔ آخر ایک دن مہر شاہ نے پردوں کو کھینچ کر
کر دیکھا۔ فوراً اظہار عشق کرنا شروع کر دیا۔ پردہ میں ناراض ہوئی۔ وہ چمٹ گیا۔ پردہ نے دھکا
دیا۔ وہ بہت گرا۔ پردہ میں بھاگی۔ وہ چمٹا ہوا کسی نے ایک دستہ سنی۔ اگر کسی بادلاداب اس در
پر تھی تو ایک بہت کے دھکے سے گر گئی اور اس کا اقبال اب اس پستی پر تھا کہ اس کے
ذہن میں اس کا حکم نہ رہتا تھا۔ پردہ میں مسلم کے پاس آئی۔ دونوں فوراً گھوڑوں پر سوار ہو کر
اپنے پورے اندر چلے ان کے گھر پہنچتے پہنچتے ہی ہندوستان کا شیرازہ بکھر گیا۔ ہر صوبہ بکھر گیا
مستطاب نواب مر سب کما مٹے گا۔ اس نے اپنے عمل میں اپنا نوابی تھا تھا جیالہ
ہر کام کشتہ ایک دلوہ نور اس کے بچے تھے وہ خدمت گار رکھے۔ ایک شہر ایک بڑا

ایک شہر ایک کا قلعہ ایک ہوا جن کو سب اس کے خاص مصالح اور
جہتہ وادھر ہوئے۔ وہ صبح نماز کے وقت اٹھا۔ غار سے خارج ہو کر دیوان خانے میں
مستطاب بیٹھا۔ رنگ آتے جاتے تھا تھا وہ دیوان کی ان میں ہوتیں شہر شہری کو چڑھا
بنا۔ ہندوستان کو بکھتا۔ ہر قسم کے لڑائی کھانے پہنچتے جاتے ہوا اس ساتھ دوسری ساتھ بیٹھتے۔
اس کے بعد آرام کرتا۔ ہندوستان کو بکھتا۔ ہر قسم کے لڑائی کھانے پہنچتے جاتے ہوا اس ساتھ دوسری ساتھ بیٹھتے۔
ہاتھی پر سوار ہو کر شہر کی سیر کرتا۔ ہندوستان کو بکھتا۔ ہر قسم کے لڑائی کھانے پہنچتے جاتے ہوا اس ساتھ دوسری ساتھ بیٹھتے۔
ہاں ہیکم صاحب نے وہ حسب تھا تھا ہر کھتے جس کی وہ قلعہ میں خاتم کی حیثیت سے
شنگی کر چکی تھی۔ اکثر رات کا کھانا عمل کے اندر ہی ہوتا۔ اس کے بعد آرام گاؤں میں ہیکم صاحب
کے ساتھ چلا جاتا۔

وہ دن کا علی ذاق کے عمل کو خست بنا کھا تھا چڑھے۔ قناتیں شامیاسنے
ہر جگہ لگے ہوئے تھے۔ بارہ دیوان جھاڑوں اور نانوہوں سے بھی برتی تھیں۔ دیوانوں
بندہ عہدہ تصریریں لگی ہوئی تھیں۔ ہر شخص پر دیوان چڑش قیمت تالین کھے نظر آتے تھے۔
پردہ میں ہندوستان کا لباس پہنتی اور گھنے میں لہری رہتی مسلم ہاتھوں میں انگوٹھیاں پہنتے جتا
لگے میں جواہرات کا بار ڈھل لیتا اور سر پر کامدار ڈھلی پٹا۔ دیوان کو اب کامل آرام اور
الہیات حاصل ہو گیا تھا۔

اتنا کہ زمین عجیب سکوت میں آگئی تھی۔ دی کی بادشاہت کا کوئی نیا یا بھی کبھی
نہا۔ باہر سے تلے کی کوئی امید نہ باقی رہ گئی تھی۔ اس کی زبان بالکل بند تھی تو جگہ تھی کہ
کے لازم اس کو کسی قسم کی حکمران نہ پڑنے دیتے وہ پان کھانے کا عادی ہو گیا تھا۔ وہ متحد
یا کر یا تھا وہ زیادہ تر دیتی کا یہ شہر بڑھا کرتا ہے

کار ساز ما بفسر کار سا

نکر ما در کار ما آزار سا

اسی عالم میں ایک دن اس کے کاستور صاحب نے ایک شعر شایع کیا

غزلاں تم تو واقف ہو کبہر جنوں کے مرانگی

دیوانہ گر گیا آخر کو ویرانے پہ کسبیا گزری

درجیت۔ تاثر ہوا وہ پڑھنے لگا۔ "یہ کس کا شعر ہے؟"

"یہ بہترین کا شعر ہے۔ سراج الدولہ کے دیوان کا۔ اس نے سراج الدولہ پر یہ شعر کہا

پلاسی کی لڑائی کے بعد۔"

"نیلانی بھی عجیب چیز تھی بھئی ان فرنگی سوداگر اگلے بہار اور بنگال کے نواب کو دم کے دم میں مار بھگا گیا۔"

سرکار وہ میر تقی میر کی لڑائی کیا ہوئی کچھ نہیں۔ سراج الدولہ کی سب

زوجہ میر تقی میر کے تحت تھی۔ بیگ شریع ہوئی تو وہ فوج لڑی ہی نہیں۔ انگریزوں کے ساتھ ایک

جوتہ رانے تھا اس کی فوج نے حملہ کیا۔ سراج الدولہ کے چند سپاہی تھے وہ بھاگے سراج

دولہ بھاگ نکلا نہ مل سکے تھے۔ یہ شعر پڑھتا پھر تا ہے۔

غزلاں تم تو واقف ہو کبہر جنوں کے مرانگی

دیوانہ گر گیا آخر کو ویرانے پہ کسبیا گزری

غریب تہذیب دفع ہو گئی۔ اس لڑائی کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی گئی۔ سراج الدولہ

سے کوئی عہدہ دی کا انہار بھی نہ کیا گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ شاہ عالم اور شجاع الدولہ میر تقی میر کی من ہی فرنگی

کے خلاف دہکے نئے نئے فوج لے جا رہے ہیں مسلم کو خیال ہوا کہ وہ بھی اس فوج کے ساتھ

جانے گا۔ ان کے بعد جین نے منع کر دیا۔ "مفسور کیوں ان نئیات میں پڑیں۔"

حق کا احوال منہ سے نکالتے ہوئے مستم تھا۔

"ہاں۔ یہ ازیں تھر کہ گاؤ آمد و خیریت۔"

اس کے بعد شاہ عالم نے کہنے لگے کہ ایک تخلص کو بنگال اسے پیارے کی ویرانی بخش دی

میر شاہ عالم ان بار کے قلم میں آکر رکھا گیا۔ اس تخلص کی اہمیت میں فرقہ آیا مگر وہ اپنے گھر میں

بیٹھا رہا۔ دو اب شجاع الدولہ کی عیادت میں آگیا۔ پھر آصف الدولہ نے یہ اختراع انگریزوں

کو دینے کے لیے اسے دے دی۔ دیکھ کر اپنی جگہ سے ہٹا پڑا۔ اس کا دوسرا کتبہ بھی کی جگہ

پر لہرات اور کیم کو لے کر وہ پہلے ولی میں آیا

یہاں تلخ خیالی ہو چکا تھا شہر بہ وقت مرثیوں کی لوٹ ملک کے ٹکے سے تھرا کر نکلتا

مگر ایک نئی زبان جو میں آگئی تھی جس کو ہندی کے بدلے میں لکھا جاتا تھا۔ ولی دکن سے آکر

میر شاہ کے عہد میں سنا کہ جو کچھ کہے تھے اہل اب آقا اب ہرگز نہ جانتے تھے۔ اس کی

خوابیں تھیں کچھ نہیں اور اس نے انہیں اس کو خیر سے میں شامل کرنے پر مجبور کیا۔ مگر بار بار اہل

غزلاں کو پڑھ کر دیکھ کر اس کو ان کی غزل کوئی کاشف نہ ہوتا۔ ان زبان میں خوب نما آگیا

ہے۔ ولی کی ایک غزل کے یہ اشعار سے بہت ہی پسند آئے۔

نہرب کی صفت لعل بختاں سے کہہ نہا

دی حق لے چھے باہشی حسن مگر کی

دلکھا کیا ہے مجھ تری چلوں کی آئی نے

ولی میں گھر گھر شاعری کا چرچا تھا۔ جس امیر اور جس شریف کو دیکھو شعر کی سہ

بے غرق بیٹھا تھا۔

مگر یہ عالم کہ یہ شعر بے تک رہا۔ ولی اچھے لگی۔ مناسب کمال یہاں سے بہت بہت

کر لکھو جانے لگے۔ اس پریشانی کے عالم میں رنگش کی شاعری اور بھی ترقی کرتی نظر آئی۔ شاعرین

نے تعریف کی ایک امیر و شاہی بھی اور میری میری کی تھا ولی پھر غالب آ رہی تھی۔ ولی کے

صوفی میں خواجہ میر تقی کا خاندان بہت سحر تھا۔ خواجہ میر تقی شاعر کی حیثیت سے بھی بہت سحر

وہاں ہر کے مسلم ان کی دعا میں آگیا وہ نہایت خلوص سے شریں آئے اور اپنی یہ غزل سنائی۔

تہیں چنا ہے ذمے دھر جھٹ
زندگ ہے یا کوئی طوفان ہے
یکساں کام ان لوگوں سے لے لیا
شیع کے مانند ہم اس بزم میں
ساقیاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جس لئے آئے تھے سوچ کر چلے
ہم تو اس پیش کے انہوں پر چلے
ایکم آئے اور اور دھند چلے
چشم تر آئے تھے دامن تر چلے
جسبہ ملک میں چل سکے ساغر چلے

قدو کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب
کس طرف سے آئے تھے کی بھر چلے

میرزا دی تھے اسے میرزا مرزا مرزا اور میرزا قلی تیر کے حالات معلوم ہوئے ہیں
نکھر چلے تھے میرزا مرزا مرزا کو نکھڑے بلاوا آیا تھا تو انہوں نے یہ بیانی نکھڑے
دی تھی۔

سو اپنے دینا تو ہر سو کب تک
ماہل ہی اس سے نہ کہ دینا ہو چکے
مرزا بڑے ہی مغرور شاعر مشہور تھے شاہ عالم کے استاد وہ چکے تھے گواہیک ان
پر دربار سے بالکل لگ ہو گئے تھے۔ کابلی دروازے میں ان کا گھر تھا۔ مسلم ان کے یہاں
پہنچا۔ ان کو عجیب شاعر پایا۔ وہ ہر صفت میں کمال رکھتے تھے۔ کافی تعداد میں تصنیف ہو چکی
جو خاقانی اور لڑکی کے قصیدوں سے نکھڑتے تھے۔ ایک قصیدہ حضرت علی کی شان میں تھا
کے طرز میں تھا۔ مطلع تھا۔

اٹھ گیا بہن و بن کا چنتاں سے عمل
تین اردی لے گیا ملک خزاں مستعمل

مسلم نے انہیں اپنے مکان پر مدعو کیا۔ وہ آئے اور اپنی کئی غزلیں سنائی گئیں
غزل مسلم کو بہت پسند آئی۔ مطلع تھا۔

ناوک نے نہ۔ حیدر چوڑا رہنے میں
تہا چہ نہ۔ فی قہار آسماں کے میں

اس نے مرزا کی کافی غزلیں سن کر بہت بہ وہ ان پر غور کیا تو اسے معلوم
ہوا کہ ان میں غزل کی وہ دہائی تھیں۔ بے بد غزل کی جڑا بیسی۔ الفاظ میں بھی نرمی کے
بجائے شکوہ نظر آتا ہے جس پر اس کے بعد مرزا قلی بہا چلے گئے۔

مسلم کے پاس شہر کے اکثر لوگ آئے۔ ان کی بارہ شہر و شہری ہی کی باتیں کرتے تھے
اور خود کو سب مسلم شادمانتے بتا کر یہ کہتے کہ میں ان کا نام دوا ہے اور میر کا آہ۔ رسول
جو میں بل شہر و شہر۔ بہت سی بہت غیبی بکریانی تو ان میں طہر و طہر کے بڑے
ایک شہر نظر آئے۔ مرزا نے ایک شہر ہی تھی جس کو شہر آشوب کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ
شہر میں بہت ہی بڑی جوت تھی۔ مسٹر کو مرزا کے قلم کلام میں ہی سب زیادہ پسند تھی۔
بہت سے بنائے یاد تھے اور انہیں وہ اکثر ٹھہر کر تھا۔

کہا میں آج یہ مرزا سے کیوں تو ان ڈلی
دگاہ کہنے یہ اس کے جواب میں دہریوں
تاکہ نوکری بکتی ہے ڈچریوں یا توں

میرزا قلی کی غزلیں اکثر لوگوں نے استا کر سنائیں۔ ان کو اس نے سب سے بہتر
مانا۔ یہ غزل اسے اس قدر بھائی کہ اس پر وہ اکثر مرزا جنت۔

بہت مرزا میں جوں نا عبور تھا
چو پختا تو کس کو تو میں پہنچا نہ کہ تھیں
کلی ہوں ایک کا سر پر جو آپڑا
کہنے لگا کہ دیکھ کہ چل رہا ہے خبر
پیدا ہر ایک گوشے سے شہر نشور تھا
معلوم یہ ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا
اکثر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا
میں بھی کبھی کبھی سو کا سر پر خور تھا
وہ تیر صاحب سے ملنے کا خواہاں ہوا مگر تیر صاحب کے بابت تو گویں نے کہا۔

عجبات کے گھوٹے.....

Scanned with CamScanner

ایک بچہ چڑا جا رہا تھا اس میں ایک ڈوہڑا لکھا ہوا تھا۔ یہ ایک آدمی بچہ
ڈوڑی ہاتھ میں لئے بیٹھا تھا۔ ایک چوڑا ہے چہرہ بچہ رکھا۔ وہ آدمی کھڑا ہوا۔ پہلے اس نے
ڈوڑی کو زور سے چٹایا۔ خلی خلی اس کی طرف متوجہ ہو گئی وہ بولا۔
"خلی خلی کا"

ملک بادشاہ کا

حکم ہے کہ پتھر پست اند کا
کپڑی بنیاد رکھنے کی جائی ملکین حیدر لایا اب وہ یاد رکھ کر بادشاہ کا خطاب ہوا
کیا ہے۔ اس کے سلسلے میں تمام شہر جشن منائے گا۔
اس نے چہرہ کو لگت کو زور سے چٹایا۔ وہ بچہ پڑھ گیا۔ بچہ بگڑ گیا۔
ایک بانگ لگے تو وہی پرل ڈوڑی لگا کر کے قبضے پر ہاتھ رکھا اور تہ بند ہو کر
کہتا ہوا آگے بڑھا۔ سامنے سے ایک طور بانگ آ کر کھائی دیا۔
کیا نام ہے تمہارا؟ پہلے بانگ نے پوچھا
"شیر خوں" دوسرے بانگ نے کہا۔ "تمہارا کیا نام ہے؟"

[illegible]

ہوا میں کاہستہ سرحدوں کا قہار میں جا ملا۔
 جیسے آواز تہ زلیلا۔ اور گنگے بڑھتا آیا سب سے اگلے ایک انگریز کرنل گھوڑے
 پر چڑھ کر تھیں لے پہلے قدم قدم جا رہا تھا۔ اس کے پیچھے تو تھیں انیس جن کو گھوڑے
 گھسیٹ رہے تھے۔ پھر نہایت خانہ تھا جس پر چین کی آواز سے۔
 "بہر تو میں محفل شاہانہ بہار کب باہشت۔"

کی لے کل رہی تھی اس کے بعد نشان کا بہت بڑا ہاتھی تھا جس پر ہمالی گنواں کی گھوڑوں کی ٹکڑی تھیں۔ ایک آدمی نعل بان کے پیچھے نشان کا جھنڈا لٹکے بیٹھا تھا۔ اونٹوں کی قافلہ سواروں کے دستے کے بعد دستے پہرہ دستے کے بعد ایک قسم کا بابہ ہندوؤں کی طرح لٹکے بغیر وگے بعد بادشاہ سلامت کا ہاتھی آتا تھا۔ ہاتھی کے پیروں میں گھنٹا گھونکے گنواں کی گھوڑوں کے ساتھ سونے جانتی کی زنجیریں لٹکے ہی تھیں جن میں گھنٹا گھونکے تھلہ پر سونے کی تھاری لکھی ہوئی تھی جس کی آگے کی کرسی پر بادشاہ سلامت اور ان کے بزرگ بیٹے بیٹیاں بیٹھے تھے۔ بادشاہ سلامت کے لباس اور تاج پر گاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ ان کے پاس چار گھوڑے بیٹھا تھا۔ وہ کپڑے اور مینہ سیٹ تھے۔ تھلہ تھاری کی پہلی کرسی پر ایک آدمی بیٹھا تھا جس پر تھلے پر تھلے کے تھلے سے تھلے کی روشنی میں یہ جھنڈا لٹکے اور بادشاہ اس کے سامنے تھے۔ اس ایک صاحب پرانی بانڈی اور لالہ دن کا لباس پہنے بیٹھے تھیں۔ اس کے سامنے پرانی کاڑھی تھا۔ وہ ٹھہریاں بھر بھر کر بادشاہ کے اوپر سے لٹاتے

[illegible]

بادشاہِ اعلیٰ میں واپس آئے۔ بلکہ وہی میں تخت پر بیٹھیں اور فرعون نے تخت کے پاس کرسی پر ٹکریڑ بیٹھ کر تمام راجاؤں کو سامنے بیٹھ کر دیکھ کر فرعون نے کہیں چار دکانداران ٹھہرا۔ بادشاہ کے سر پر مہر لگا کر بادشاہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ بادشاہ نے پورا راجاؤں میں کو ایک مرنے کا فریاد کیا۔ تمام دکانداران میں یہ کہ وقت ہو گیا۔

بارہ دری کے پاس کے ٹپے پر آکر سے جس دسترخوان بچھا ہوا تھا سلطان باہر
کے لئے الگ الگ انتظامات تھے کھانے کے سینیے میں بھی نفاست تھی اور کھانا چاروں
اور گوشت سے وہ کھانے تیار کئے گئے تھے کہ سب لوگ ہاتھ پاٹ پاٹ کر کھا سکتے تھے۔
بارہ دری کے ایک طرف سکندر باغ تھا اس میں شمع کے وقت ماحیرہ بیرون
نے اپنی دری تھی۔ الگ الگ تہہ تختہ جنہوں میں بھی تھیں اور ان کے چاروں طرف کیریلی چڑی
تھیں۔ لوگ آتے گئے صاحب ریڈیٹ پر کتبہ پر کھڑے تھے اور ایک سے بانٹ دیتے

تھے انہیں بارش اور سرمہ تشریف لائے وہ نور پور پر پانٹ مانتھا کہ اگر شہر ہمارے کھنم
 بیٹھے۔ بیٹھ بیٹھ لگا اور چائے پانی شربت ہوا۔ تھری ہلی ٹھنڈی ٹھانیاں سرور میں بہم
 لے بیٹھنے سے لے کر کھانا۔

بارہ دری کا ایک حصہ گرتی کی طرف تھا۔ رات میں سب لوگ یہاں آکر گرتی
 پر بیٹھ کر پانی پانی چھوڑی گئیں کھنکھانے آتش دیا زولے لے پتے ملل دکھائے تھے
 جس حقہ میں صبح کو بارہم تھا۔ وہاں اسے مین کا فرش تھا اندھا پن کا انتظام ہوا
 تھا ایک طرف سیکڑوں کی تھیں اور دوسرے طرف لکھ جیسے تھے۔ حصہ مقام پر سوتے
 کے کٹھن کا سامنا لگا ہوا تھا۔ بادشاہ سلامت اس میں آکر بیٹھا اور لوگ زمین پر
 بچے ہوئے قالین پر چلے اور روز ہوئے۔

پتلے کچھ ڈالتے طائفوں سے بھر گیا۔ تلخ۔ تباہا۔ گانا سب سی کچھ ہوتا ہا۔ مسلم کو
 اس میں کوئی خاص ٹیپی نہ ہوتی۔ پھر ایک سرور انطا تھا۔ آیا۔ یہ اس شہر کی تہذیب کا خاص
 جزو تھا۔ ایکس وون نہایت خوبصورت کشمیری لڑکا پیش واز بیٹھے کا خد حوں پر لڑنے
 سلخایا اس کو بھیجے وہ سارے گئے ایک ٹیپی ایک جیسے وہاں اور پندرہ بچا تھا تھے۔ ایک
 نہایت درجہ سیاہ بچا ڈھونڈا ہوا لگے آیا۔ اور جنوں۔ جیول۔ پوچ پوچ کھنکھایا
 پھر لولا۔

قرآن جاؤں حضور محبوب حالات کے گھوٹے ہیں۔

پھر اس نے ایک نظم گھوٹے کی تعریف میں پڑھی۔ وہ گھوٹے کی طرح بھاگ گیا
 گئی وہ اسی طرح لگا اور چلے گئے۔ سب یہ ضرور کہتے محبوب حالات کے گھوٹے ہیں۔
 مسلم نے ایک بھائی کی بات خاص طور پر سنی۔ وہ کہہ رہا تھا ایک صاحب گھوٹا
 بیچ کر گھر آئے تھے۔ راستے میں ایک کڑا پیتا ہوا آدمی دکھائی دیا۔ انھوں نے کئی ڈھیر لیا کر
 تھرا بھی گھوٹا دے گا تو کام کئے گا۔

ایک اور بھائی لڑکا بہت کم کو بہت ہی پتہ آیا۔ وہ لڑکا ایک صاحب کو گھوٹا بیچ کر
 لے گیا تھا ایک گھوٹے کی بیوا بچہ کر گئے تھے۔ بڑے بچے تھے لڑکے تھے پوچھا کیا کیا
 ہوئے۔ گھوٹا نہ ہو گیا۔ گھوٹے کی بڑی اس تو رہی۔

مسلم میرے ایک صاحب حضور اسے غازی بن گیا۔ یہ کہہ کر بھی پتلے سوچ رہا۔
 مسلمانوں کی بادشاہت اب اس طرح کی تھی۔

وہ یہ سوچ ہی بنا تھا کہ ایک اور بھائی لڑکا آریہ تھا۔ یہ گھر کے والدین
 کو کر کے بہت تن میں ایک لڑکی تھی جس کا کہنا تھا کہ یہ لڑکی ایک گھوٹے
 کے بیٹے کی آواز کرتی۔ بہت خوش ہوئے کہ بھائی بھائی لڑکی تو اس سے ہم
 لے گھوٹا بچا تھا۔ بڑے کل کو لے۔ دیکھا ایک لڑکا گرتی پر سوتے ہوئے تھا۔
 یوں تو ہم بھائی اس نے سارا سارا گھوٹے دیکھ کر گھوٹے کے کان پر گرتی
 ہر ایک بچا۔ ایک بچہ بیٹھا تھا اس کی گھوٹے سے پوچھا۔ وہ بولا۔ اٹھو۔ اس بچے کو
 چاہنا چاہا اس گھوٹے کے بچے کو لے کر پلایا۔ لڑکا لڑکا گیا۔ وہ لڑکی کے منوریا شکوے۔
 لگا تھا بچے اور بچا لہو پڑا۔

اور یہ بھائی چلیا۔ کہتا ہوا۔ عجیب حالات کے گھوٹے ہیں۔

اسی پر سنا بچے لگا اور میں کشمیری لڑکا بچے لگا۔ اس نے کئی گیس باز میں
 پھر گھری۔ واوا۔ سارا سب ہی قسم کے گیت لگاتے۔ مسلم یہ سب سن رہا تھا۔

کشمیری کو ان صاحب کے ان گونے میں اسے بڑی زار و آواز تھی۔ کشمیری کی
 بہت سی بھی تھی بڑی ہاٹو زار و آواز تھی۔ سہلی آنر کا اس نے شفقت کی ایک عزت لگائی

غضب کی کاسٹ لے کر تھی کشمیری صاحب کی

زار پوچھ کر کہ حالت ہوئی جیول کے بڑی

مسلم کو عجیب حالت۔ اور شان کا احساس ہوا پھر کشمیری نے خاص گھنٹہ

میں ایک قیامت کی غزل لائی۔
مگر اس کو فریبیہ نگاہ مستانہ آتا ہے !
اسکی اس غزل میں جب پچا آتا ہے

گمانے کا انداز بہت ہی خاص تھا، کشمیری تخت شاہی کے قریب کرپا اس صبح پچا
پھر اس کی نگاہ میں ادا کرتا۔ پھر وہ سر صبح تیزی سے پڑھتا ہوا لٹے پاؤں نچتا ہوا چلا جاتا۔
غرض پوچھا، اس کے ساتھ سب لکڑیوں اور سازشیں تیزی سے جیتا جلتا اس شہر
اور اس کو ادا کرنے کے طریقہ میں محو ہو گیا۔ غریب نگاہ مستانہ کس قدر معنی خیز تھا، صبح
کا اٹھنا اس کے سامنے تمام تاریخ لے آیا۔ یہ شہر کائنات کی حرکت کی تصویر معلوم ہوا، وہ اسی
خیال میں اس وجہ محو ہو کر سدی محفل اس کے لئے تم ہو گئی۔

اسی وقت اس کے اندر دو دنیاں مل رہی تھیں ایک نہایت خوش دانہ و مٹی
اسی ادا ہے یہ شہر گاہی تھی۔

تصور سے کسی کے میں نے کی ہے گفتگو پر

رہی ہے ایک تصویر خیالی مدبر و برہنوں

ہر دین کو اس شعر نے اسی قسم کی عویت میں ڈال دیا تھا جس میں مسلم آگیا تھا پھر
کی ساری زندگی مسلم کے تصور سے باتیں کرتے تیزی تھی۔ مسلم کی تصویر اس کے مدبر و برہنوں کی
یہ تصویر حقیقی نہ تھی، جیسے خیالی تصویر تھی۔ بالکل خیالی وہ جب گھر واپس آئی اور اپنی
نام بردار کو الگ کو کہے کہ تم کے پاس بیٹھی تو اس نے کہا: "محل میں خواجہ آتش کی غزل سن کر
مجھے خیال ہوا کہ تم تصویر خیالی ہو، محض تصویر خیالی۔"

یہ کیا کہہ رہی ہو! مسلم نے کہا مگر کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا: "ٹھیک کہہ رہی ہو
تم بھی تصویر خیالی ہو، وہ مطلع ہو گا۔"
تصور سے کسی کے میں نے کی ہے گفتگو پر
رہی ہے ایک تصویر خیالی مدبر و برہنوں

اسی ہی ہے۔
جب میں نے یہ غزل پڑھی تھی تو میں نے تمہیں تصویر خیالی تصور کیا تھا، یہ دنیا
عالم خیالی ہی ہے۔

"مگر یہاں آنے سے پیشتر میں کہیں یہ محسوس نہ ہو کر صبح بالائی خیال بہت
محسوس ہو گیا، وہ سوچتا تھا: "ہاں نہیں جانا، کیسے تھا، وہیں وہاں میں بہت
بے رہ حقیقت تھی بالکل حقیقت، اس کا خیال ہی حقیقت تھا، غرض کہ اس کی تصویر خیالی
بھی اور حقیقت تھی، یہاں کی دنیا محض خیال ہے گھر سے نہیں ہیں، یہاں گھر سے دور
ہے میں کہتے جاتے ہیں، جب حالات کے گھر سے ہیں، جب حالات کی ترکیب نہیں
پلٹتے ہو، وہ اسی کی نمونگی سے سوجھ تو تصور سے باتیں کرنے لگو، حقیقت غالب ہو چکی تصور
سائے ہے حقیقت بھی تصور معلوم ہونے لگتی ہے رانی۔"

وہاں وہاں آ کر تم منطقی بھی ہو گئے، پر مجھے نہیں بچا لگتا۔

بات تم نے ہی شروع کی، خواجہ آتش کا اب یہ شعر پڑھا جاتا ہے۔

یہ آہنگی ہے گل سکھ و مدد کو رستے

ہم آمد، میل، قیاب گفتگو کیستے

کیا کہیں رانی؟

گھر لوں اور بھولنے کا کارہا؟

اس تصویر پر تمہیں لگتی ہے۔۔۔ یہاں سر قیاب کہہ دینی کے سے

وہ بات چلیں۔

دو طرفہ دن دو طرفہ وہاں روز جوئے مسلم گھر سے ہر روز غائب کیستے
معدوم ہیں بھی گھر لوں پر آتے تھے سب سے بچے کوں گاڑی بھی تھی تاکہ اب بھی چاہے وہ
اس میں کوئی نہ جاسے، پاکی میں وہیں بہت سے پہلے پہل ہی لگتی تھیں، سب سے پہلے کی پہلی

میں۔ نہ چوکی تھی کچھ دیر کے بعد وہاں سے آگے نکل گیا مگر منزل پر وہ ٹھیک تھا اور ہاکی کا
 انتظار کرنا۔ پھر نکل چلے روانہ ہو گئی۔ یہ وہ چلتا اور چلتے ہوئے سا برسوں گاؤں میں
 دفن ہوا سراسر ایک خانہ میں ہو گئے مسلم گاؤں میں بیٹھ گیا بالائی کالی کے نیچے ملے
 پہلے ساری اس کے نیچے قطا باندھ کر لے آئے گاؤں کے مرد و زن سے کہہ دئے کہ اسے اور غرض
 اپنے سے کھینچ کر لے کر لے گاؤں کی طرف ہر وہ وہ یہ کھڑے نظر آئے۔ ساری گاؤں کے
 من میں پہنچ گئی مسلم کے لئے محل کے بغیر ایک جگہ پر گشت بکھا تھا۔ وہ اس پر گریہ کر رہا تھا۔
 آسائی آگے سے پیش کرتے رہے پھر اس کے انھیں انعامات دینے۔

محل کے اندر گاؤں کے عید میں جمع ہوئے سب رانی کے لئے کچھ تھے غرض
 رانی انھیں۔ رانی نے یہ بڑی خوشی سے قبول کیا وہ انعامات دینے کے لئے کہ وقت مسلم محل
 کی دوری منزل کے کشادہ صحن میں آکر کھڑا ہوا۔ یہاں سے مجھے کچھ کشادہ کھائی دیتی تھی یہ
 پر گشتی خدی بلکائی بل کھائی جاری تھی اس پر ہرے کھیت کی ایک دیکر آسمان سے ملتی
 نظر آتی تھی اس پر مختلف رنگوں کے کھیت ابھرتے ہوئے ہر جگہ جگہ جگہ آسمان کے باغوں کے
 پگھلنے کے درمیان کھڑے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اس منظر سے کلم ہو گیا اور اسے
 محسوس ہوا کہ وہ اور پہ زمین ایک چیز تھے۔

دوسری طرف اسے گاؤں دکھائی دے رہا تھا کچھ مکان پرچ میں ایک ہرک
 اس پر کچھ دکھائی۔ ایک طرف ایک منہ بنام اور دوسری طرف ایک مسجد۔ گاؤں کے ہر
 دور پر ایک لینڈ بل نظر آتا تھا جو پر یا یا کا مزار تھا۔ اس پر غرض ہر تامل تھا گاؤں کے
 ہندو اور مسلمان دونوں اس سے برابر کی عقیدت رکھتے تھے۔

وہ اسی عالم میں تھا کہ راجہ مائیش اس سے ملنے آئے۔ یہ بھی نسل راجپوت تھے
 مگر مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ گندھی بھی سفید باز بھی بڑھی ہوئی۔ لباس بالکل راجپوتوں کا
 بڑی دریا بخا لہو دلی والا جوتا کر میں عوامی زندگی ہوئی۔ مسلم نے نہایت ادب کے ساتھ سنا

کیا۔ وہ ان خانہ میں مسند پر بیٹھا نہیں تھا۔ ہر ایک بیٹھا مسلم ہو گئی۔ جہاں دوسرا اڈا
 لیکن کھائی گئیں دونوں آپس میں نہیں کرتے رہے۔
 • انگریزوں کے ہر ہتھیار کے ساتھ سے ہم خوش تر ہوئے یہ اس کی حکومت ہر

نہیں آسکتی؟

• کیسے گئے! بادشاہ آیا چلا گیا۔ بادشاہ اہوالی آیا شون کو ختم کر کے چلا گیا۔ بدلی کے
 مسلمان ختم ہو گئے۔ اس ملک کی عجیب صفت ہے جو زمانہ میں یہاں پہلے ہر گز نہیں
 شاید لوٹ جاتا۔ گویا اس نے حکومت قائم کی۔ یہاں سے پھر سے اپنے غفلت کے پر جانے
 مگر اب کوئی آقا نہیں معلوم رہتا۔

• مجھے خوشی ہے کہ تو کوہ پٹے جی مسلمانوں کے احوال ختم ہوئے اور وہ جوت
 رکھا تھا انھوں نے۔

• مگر یہ ختم نہیں ہوئے۔ اگرچہ نے ان کو ختم کرنے کے لئے ہی خدی اللہ بن جیو
 کر دیا۔ وہاں پہلے کے بادشاہ کا خطاب رہا ہے۔ یہ اگرچہ ہی صورت ہے۔ اس
 مشرق سے نہیں مغرب سے۔ یہاں وہاں سے نہیں سندھ سے سندھ کی تابوہی ہی سب کو
 بلے میں کر دیا۔ اور دیکھ نہیں کال ہا کر کا تھا۔ مگر انھیں کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
 اسے ان کو پھر جگہ دینا پڑی مگر کبھی خیال نہ ہوا کہ یہ نہایت کے ہوا کہ کبھی کر دئے تو
 نے ان پر تھارتی جنگ صاف کر دی تھی۔ یہ بڑا صاف ہونے لگے۔ یہ علی نے ہا کر کا تھا
 میں اگرچہ وہ کو کال کھانا ہوں مگر سندھ کو خشک نہیں کر سکتا۔

• ان کی کھیت عقل سے ہوتی ہے جنگ سے نہیں۔

• جی ہاں ٹیپو سلطان کو اس کے وزیر سے مل کر ایک دن میں ختم کر دیا
 یہاں جڑا پس میں پھوٹ پڑی ہے اس سے یہ بڑا فائدہ اٹھاتے ہیں نظام اور مہر کو
 ٹیپو کو ختم کر دیا۔ نظام اب ان کے غلام ہو گئے۔ اور وہ بھی غلام ہے۔ ولی کے بادشاہ کا پتہ

وہ سندھیا کے ساتھ ہر گز شکی بھی نہ کر بیٹھے سنا ہے کہ لال قلعہ میں بھوکوں مر گئے ہیں :

• اور خاتم قلعہ کے ان کی آنکھیں کھل گئیں، سنا : "میں نے محل میں گھس کر شاہزادہ کو اپنے کا حکم دیا۔ یہ سند پر لٹا رہا وہ ناچتی رہیں اسے غرار انگ و کھڑکیر گیا۔ وہ پھر بھی ناچتی رہیں یہ لٹ کر لایا۔ خیر کے خون کا اثر اب بالکل ختم ہو گیا۔ نہیں تو تم میں سے کوئی اس غلو سے بگڑ کر ختم نہ کر دیتی۔ بلکہ یہ واقعہ سن کر بڑا اعلیٰ ہوا۔"

• انگریزوں نے مرہٹوں کو ختم بھی کر دیا۔ لارڈ لیکسٹ نے شاہ عالم کو قلعہ میں پھنسے ہوئے شامیان کے نیچے بیٹھا دیکھ کر بہت ترس کھایا اور پھر پیشین جاری کر دی :

• "ہائیکے ہی یہ سب باتیں۔ آپ یہی "یہ مسلم" کے جبکہ اسلام کا اقتدار ختم ہو گیا : پیر بابائے ہمارے دادا صاحب پر بڑا اثر چلایا تھا۔ مگر وہ بڑے سے لکھے زیادہ نہ تھے۔ دادا درویش خفین کرتے رہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اسلام سب سے اچھا دین ہے :

• ہم نے ہندوستان میں اسلام پھیلانے کی کوشش ہی نہیں کی :

• ہاں یہی باتیں جوتی رہیں۔ دینتر خواں کچھ : دونوں کے مہاجرین بھی آگئے باتیں اسی موضوع پر جوتی رہیں۔ مگر راج کی حالت کمزوری تھی۔ خراج : باتیں گھوڑے۔ سب ہی کی بات کچھ نہ کہہ کر گیا۔ شکار پر تیاران لڑی۔ دونوں نے ساتھ شکار پر جانے کے لئے وقت غور کر لیا۔

• مسلم اپنی جوانی کے پاس آیا۔ رانی سادے کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ چوڑا پاؤں لکیر کا۔ سدھی محرم کرتی اور ملل کا اردو ٹپہ گلالی رنگا ہوا شالو پہنا تھا۔ بالکل گھسی گئے ہوئے کپڑے کے نیچے ایک کٹت بہت تھے۔ ہاتھوں میں چوڑیوں کے سوا کوئی زینور جسم پر نہ تھا۔ فانوس کی روشنی میں چہرہ غندی معلوم ہو رہا تھا۔ اسکا لبٹ عجیب کرشمہ جگا رہی تھی۔

• تم پر سجادت بار معلوم جوتی ہے :

• مگر محلات میں بغیر اس کے جانا اپنی توہین کرنا ہے اور اپنے محل میں بھی لایا

• پر اس کا دلنے کہ یہ اپنی شہنشاہی چاہتا ہے۔ دیا۔ وہی نہیں دیکھتی زینور دیکھتی ہے :

• "مگر ہم تو شروع سے رشتہ ہی دیکھتے آئے ہیں۔ ہر دین تم دین ہو : دیہات : یہاں تک کہ راج ہی ہو جانا چاہیے۔ کچھ تمہیں رہنا نہیں چاہتا۔ جہاں آکر محسوس ہوتا ہے کہ گھر آگئے۔"

• مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہوا ہے :

• اب ہم تم بالکل ایک ہو گئے۔

• بالکل :

• اور وہ دونوں ہم آغوش ہو کر ایک ہو جاتے :

اٹھ کر تھمتہ ہوا کالہ پر ہفت کا لڑھکایا گیا مرنے پر کھلا تھا۔ ٹھٹھا نہیں دی گئیں۔
 وہ کام کو گئے جہت پٹا کی آٹھ بیٹہ پر نہ تو سوائے ہر ایک کے کوئی مرنے پر ہی نہ ہو گا کہ وہ
 میں جہت میں مرنے لگا کھینچ کر لیا گیا۔ بدستور ہر ایک طوطا ڈال دیتے ہیں اور گونگے۔
 مستر نے طوطے سے دیا اٹھ گیا کہ یہ کیا ہے طوطے سے کیا کہنے تاکہ وہ رکر پھیں
 خوش کر کھلا دیا گیا ہے۔ پھر ہونڈ ایک سوڑے کر کے کہہ کر انہیں خوش کر کے کاشت کھلا دیا
 ہے۔ آخر میں ایک خوفناک ہنس ہے۔ اس کی جتنی کہیں لڑ جاتی ہے بس سے نہ ہونڈ کاشت
 ممکن نہیں اس کو کھڑا کر ڈال ڈال دیا گیا۔ حرکت، مگر وہ کہ ہے کوئی کہ نہیں کو کشت، بارش
 اب سوائے ہونڈ ہی سے کاشت کی کام کے نہیں رہ گئے قیامت کی گری خون میں
 آجاتی ہے۔ اس بار ہونڈ کو ایک دفعہ جی پیا کر دیا کرتی اٹھ جاتی ہیں۔

مسلم کو بڑا افسوس ہوا کہ کسی لادہ اب غلط کو ایک دیا ہے بیکار کر دیا گیا۔
 وہ کیا تھا قیامت میں رنگ دیا گیا ہے کہ نہیں دانی تھوڑی کڑواہٹ میں
 دانی ہو گیا تھا، ایک رات بادشاہ دانی میں آ کر اس میں کے پسند چنے خوشی و کھیر
 اکھٹے کھاتے ہو گئے۔۔۔۔۔ جتنی خواہش تھی۔۔۔۔۔ ہر دین میں سے کھل کر کھانا کھا
 مسلم سے سلا حال بیان کیا۔

خاص میں سے ہر ایک بادشاہ کو اپنے میں گئے سے شکر دیا۔ اب کیا تھا۔ ہونڈ
 تھوڑی قیامت میں لائی جاتی۔ ہر قسم پر رنگ ہر جگہ کی ہوتی ہیں جس پر ایک کھنڈ
 زور دیا جاتا۔ جلا دیا جاتا کہ ٹھیلوں میں جھٹک دیا جاتا۔ لہجہ کی تواضع نہ دیا جاتا۔ اٹھ کر
 چلتے کام کرتے۔ رشتہوں سا بھیریں بیلیجیل کا نام ہو گیا۔

ہر دین کو خاص میں سے ہونڈ تھی۔ اس کے ساتھ ہونڈ کھڑے فریاد میں
 خاص میں کی کوئی قیامت کے کونہ پر تھی۔ بیان سے پتہ چلا کہ دانی دیا تھا بادشاہ۔ منجھ
 بادشاہ میں رہتا تھا ہر وقت ہونڈ میں ساتھ تھی نہیں باج گئے کی آواز میں خاص میں کو کھنڈ

بادشاہی شاہ بادشاہ ہوئے۔ نہایت خوبصورت تندہ مست جڑواں تھے۔ مسیح اپنے
 ہی فالتو ادا کرتے اندر کی کپڑے پہن کر فریاد کے میدان میں آجئے۔ دن چڑھے تک تو کھاتے
 تھک کر رہ جاتے اور پھر کو چوک میتے۔ محل و پس گئے بدستور تھے۔ ہر کام کو نہایت جلد
 سے ختم دیتے۔ خوشی کے شعلہ میں ایک نئی دھج پھونکتی تھی۔ لہجہ سے بہت متاثر ہوا تھا
 نے مسلم کو اپنا خاص مسرور کا رشتہ چننا۔ میں انشلاہ کا رنگ ہی بدل گیا۔ سب کام دیا کھنڈ
 چلا جیسا اودھ کی اینٹ میں پہلے کسی نہ چلا تھا۔

اگر نہ مخالف فتنہ کئے مسلم کو اسید مرنی کہ ان کی مکاری اب دچھل گئی۔
 شکر ایک دن دسترخوان پر بادشاہ جلوسہ افروز ہوئے۔ اس کی بھڑکی کا بڑا شوق تھا
 وہ نہایت شوق فاب میں سامنے کھڑے تھے۔ بادشاہ نے دوسری لڑائی کھائے تھے کہ تڑپ کر
 اٹھ کھڑے ہوئے۔ آگ لگ گئے تھے۔ طبیعت خاص کو فریاد دیا گیا۔ اس نے بغض بھی دیا
 تھوڑے سا تپ کا کشت کھلا دیا گیا۔ کھڑی کو طبیب گھسنے کے اصرار یا صدیق کی کراہ
 کاشت ہی اس میں دیا گیا تھا۔

کس نے ملایا؟ کس نے ملایا؟ کون دیکھتا؟ بادشاہ کی تیراکی میں سب ہونڈ

1

[illegible]

اس کو نرا کتبہ بیان اور حسن ادا کا اسی طرہ کمال سمجھا جاتا ہے جیسے نفع کے اشعار

نہاں ہوا جس کا خوش چہرہ
وہ ہے نگہ کش کی سنی سنی
عہدیت کی ترکیب فقیر کے دل پہ لکھی
یہاں تریتا ہے۔

مسلم نے بھی مذہب شیعہ قبول کر لیا تھا شیعہ شریعت میں وہ اکثر مباحثوں میں ترکیب
جرا لکھتے ہیں شیخ الاسلام علی ہاشمی نے بڑے سوک کے بہت سے دئے آصف علی شاہ نے بیان
پر ان مباحثوں کے بہت نسخہ پکڑا۔ مسلم کو جس وقت عہد ایسا اگر شیعوں کی طرف اشارہ ہے
لگا۔ پھر یہ کہ اس مذہب کی جو صحبت اچھی نہیں اور وہ بھی شیعہ ہو گئی۔ اب یہ کچھ ہے
کے اہل کلاؤر یہ کلام کی رسوم میں اگر کوئی ہے۔

وہی کہہ رہی تھی کہ اس کے پاس ہمارے میں تو تمہاری رسم دینی ہے۔ فی سبب ہمارے
 کو میں یہ تمام جہت سے۔ تو اس وقت سات بجیں کہ ہندو رسم سے اٹھ لی جاتی ہے اور
 کی بات کی طرح حضرت قاسم کے ذات ہوتی تو اس کو امام اٹھانے پر کسی کی ہاتھی اور
 کو میں یہ جہت سے کہ وہ کہہ کر اس کا کر دی جاتی تو اس کا رسم کے رسم کی ہوتی ہے
 نہ سکر کے نام سلم علی خاں کی عزاداری کو خاص طور پر تہذیب ہوتی مافی علی صاحبہ علی
 مجلس شری شری علی۔ میں میں جشنوں کا اہم خاص چیز ہوتی تھی یہ ہندوئی کے رسم
 یہ صورت عزتیں طفرانہ کہ گھڑتی جاتیں وہ جبکہ جبکہ کہ سنوں پر اٹھ لاتی جاتیں۔
 ان کے نام سے عجیب ہشت ناکت واز بختی جو ساری مجلس پر ایک خاص رسم کے ہوتے کہ
 اثر دے کر جی۔ یہ وہی خود اپنے قالیں پر کھڑی ہو کر میں کو بی میں اس طرح ہو جاتی ہے
 سارے نام کو بھول گئی ہو۔ اس کی پہلی کو ایک س کے سینہ پر ہاتھ کی حرکت عجیب و غریب کر کے
 آتی خاتمہ پہلی علی کی صدا۔ الیو۔ الیو میں تبدیل ہو جاتی ہے ساتھ ساتھ ڈایا جاتی کیا
 جانے لگا۔

دن میں ساری مجلس ہوتی جس میں مسلم کے تمام اراکہ دست شریک ہوتے اس
 میں زیادہ تر تحت الشکر شیعہ ہوتے جاتے مسلم کو کسی حضرت کے ہاں مجلس میں جانا
 اور اس کا سارا دن ہی میں صرف ہر جانا۔ محرم اور چھلم کے درمیان کچھ روز مخصوص ہوا کہ
 بھی ہر تہہ ان میں شہرہ آفاق و شیعہ گو میرا شمس اور ہزار ویر تو تعریف ہر شیعہ پڑھتے جہاں
 ان دونوں میں سے کوئی پڑھتا وہاں بھی شری اچھا نہ ہوتی موزا ویر نہایت میرے ان
 تھے اور مجلس کے لئے دعا کہتے میں دیر نہ لگاتے۔ ہر شیعہ بھی جلد کہہ لیتے تھے یہاں
 ایک آن بان رکھتے تھے کسی کو نظر میں نہ لگتے شریک سے دعا کہتے اور خاص ہندو
 مجلس میں تے مسلم کے ہاں ایک روز خواہر پڑھتے آئے منبر پر آ کے کچھ رہا عیاں سنائی
 پھر یہ قطع پڑھا جو پوری مجلس کو یاد ہو گیا۔

تو چند کہ ہمارے میں تو تمہاری رسم دینی ہے۔ فی سبب ہمارے
 شریک تہہ ان میں شہرہ آفاق و شیعہ گو میرا شمس اور ہزار ویر تو تعریف ہر شیعہ پڑھتے جہاں
 ان دونوں میں سے کوئی پڑھتا وہاں بھی شری اچھا نہ ہوتی موزا ویر نہایت میرے ان
 تھے اور مجلس کے لئے دعا کہتے میں دیر نہ لگاتے۔ ہر شیعہ بھی جلد کہہ لیتے تھے یہاں
 ایک آن بان رکھتے تھے کسی کو نظر میں نہ لگتے شریک سے دعا کہتے اور خاص ہندو
 مجلس میں تے مسلم کے ہاں ایک روز خواہر پڑھتے آئے منبر پر آ کے کچھ رہا عیاں سنائی
 پھر یہ قطع پڑھا جو پوری مجلس کو یاد ہو گیا۔

میرا شمس کہہ کم مقبول تھے مگر فصاحت میں انہیں جی کا۔ میں نے
 فرما دیوں گا کہ وہ انہیں جی خائے سن کت تھ میرا۔ کے ہر پر۔ پڑا یہ صاحب
 ہر نام میں فصاحت تھی تحت پر گہرا گئے جیسے تھے گھٹنے پر ہاتھ پرستے۔ تو میں
 ہر تھانہ میں غرق تھے تم سے کم کو اشارہ کیا کہ تحت کے پسے پیچہ پر میں۔ ہر شریک
 کے ہر نام میں غرق تھے تم سے کم کو اشارہ کیا کہ تحت کے پسے پیچہ پر میں۔ ہر شریک
 کے لئے اشارہ بھی کر دیا تھا۔

کچھ دور کے بعد میرا صاحب کے پر بند کچھ ہندو نے میں پڑھا۔
 یا صاحب جن نظم کو گوارا نہ کر
 تو فیض کا سب سے آجہ کوئی نہ کر
 اسے بڑے کم گفت فصاحت پر کرم کو
 گناہ کی بجائے جہاں میں میں کرم کو

سنی بیگم کے بیٹے کی ایک اہم خدمتیں اور ان کی خدمت

۱۰ میں تمام بے بہاں مجلس خیر و برکت گامیاں راہ صاحب سے
لگا رہا ہوں مضامین کے پھر انبیا
خیر کو دوسرے خرمین کے خوشتر چمنوں کو ۔

اب وہ زیادہ ترمیر صاحب کی شاعری میں محو تہلہ۔ اسی کی باتیں کہنا لگے ہیں۔

محبوبہ و دلدادہ و انور و جلیل القاب کو اپنے پیو پر حسب قیادت چلے
گئے تو یہ شریک کر رہے تھے اس کی ادائیگی و بچہ دیکھ کر وہ بھی ہر شخصیت تھے
حکم کی طرف رخ کر کے بولے "تم غنیمت اس بواحم سے نہ لےنا یہاں ہندو کہنے
پڑے ہیں تیار ہو گیا۔" بچے مسکرمہ تمام غم خوار ہو گئے اور یہ جیبت سے
ہے کی عجیب اگر حسن ہے بہت کہنے
سر منبر پر ہے نقد زر گیس پاؤں کہنے
میرزا حسن لاری بہت شہرت ہے

اہل حق کی یہ ایک نئی شہر کی ایک
 اہل حق کے بعد میر صاحب نے غریب شروع کیا۔ حضرت مسلم کے صاحبزادوں کے حال
 تھا اور یوں شروع ہوتا تھا،

راحت نہیں ملتی کوئی دم آٹھویں میں
پھرتی ہے صوۂ اشک حریف کی نظر میں

فریت میں کر لی پر پچھے والا نہیں ہو رہا
تھیں اسی جہاز قراچہ لا نہیں ہو رہا

میر صاحب کا بیہوشا مانیں شکل۔ لباس بھر تیر کارنگ سب لعل کر سوز
کی ایک نئی دیا بنا دی تھی لوگ تشریف کرتے رہے بیگم عورت سے دیکھتا رہا میر صاحب
بھی اسی کو جو کر کے پڑے تھے سہم ختم پر، انہوں نے داتہ اٹھا کر باقی مجلس کے مطابق
کے لئے دعا کی۔

ایک دن بادشاہ کے امام باڑے میں مجلس ہوئی۔ اعلان ہوا کہ مرزا آسید دربار
دوروز پڑھیں گے۔ مجمع کی انتہا نہ تھی۔ بادشاہ خود مجلس میں ایک کچے بیگم حاضر تھے۔
میر صاحب پہلے منبر پر گئے۔ ایک مباحی بادشاہ کی تعریف میں پڑھی اور پھر
مرثیہ پڑھتے رہے۔

پھر میر صاحب منبر پر گئے۔ پہلے میں اسی لئے ذاتی جلسوں میں نہیں جاتا
بانی مجلس پر وہ کچے بیگم۔ واہ کیا بات ہوئی۔

یہ سن کر دراج علی شاہ باہر آگئے۔ ساری مجلس اٹھ کھڑی ہوئی۔ بادشاہ نے
بیٹھے گئے۔ میر صاحب نے کچھ دیر سکوت کے بعد شعر پڑھا۔

غیر کی حق کروں مثلاً کاشا خواں ہو کر
جھوٹی اپنی ہوا کھڑوں سپہاں ہو کر

پہلی مجلس نے مرزا تیر کو پھر بادشاہ اور آخر میں میر صاحب کو دیکھا مسلم کو
ہوا کہ میر صاحب صحیح ہی اس وقت کے سب سے بڑے انسان تھے۔ پھر میر صاحب
پڑھتے گئے مطلع تھا۔

جاتی ہے کس شکوہ سے دن میں خدا کی نوح

ساری مجلس کو محسوس ہوا کہ وہ میدان کر بلا میں پہنچ گئی لہذا پٹا آنکھوں سے

بات بات یکدم ہی تھی ۲۰ میں حضرت میر صاحب سے کہا کہ ایک کلمہ بھی
بادشاہ کی مجلس میں نہ کہتے تھے کہ میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی
کی مجلس میں اس کے بعد میر صاحب نے میر صاحب کی مجلس میں کہا کہ ایک کلمہ بھی
نہیں سے میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی نہیں سے میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی
آپ کی دہریہ کے کلمہ میں لکھا ہے کہ میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی

مرزا خرم پور نے میر صاحب کو میر صاحب کی مجلس میں کہا کہ ایک کلمہ بھی
کہنے کے لئے میر صاحب نے میر صاحب کی مجلس میں کہا کہ ایک کلمہ بھی
تھیں میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی نہیں سے میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی
ال گئے۔

پھر میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی نہیں سے میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی
دھرتی سے پھر لنگر لے کر میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی نہیں سے

میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی نہیں سے میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی
کی مجلس میں اس کے بعد میر صاحب نے میر صاحب کی مجلس میں کہا کہ ایک کلمہ بھی
نہیں سے میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی نہیں سے میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی
آپ کی دہریہ کے کلمہ میں لکھا ہے کہ میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی

لکھنؤ میں میر صاحب نے اپنے محل کو بیت کا ایک نمونہ بنا رکھا تھا جس میں کافی تعداد
جو خلائق انہیں کہتے مسلم کے یہاں بھی کافی تعداد میں تھے کہ میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی
نہیں جو ہر وقت اس کو گھیرے رہتا رہتا میر صاحب نے کہا کہ ایک کلمہ بھی نہیں سے
کہ اس بیت سے میر صاحب کی آمد وقت ہو گئی تھی جو اس

ہاتھ تم ٹھیک کر رہے ہو۔

وہ بھو میاں کو روکنے کا مقصد ہے۔ میں اول تلوار کا کہہ چلا ہوں مگر زینت محل کیا
میرے تھے۔ یہ وہ دستان کی حکومت بہادر شاہ کے پاس کی چیز نہیں ہے۔ جسے میں ختم ہو چکا
ہے۔ صاحب بہادر شاہ اپنی پیش کی واپسی کے ساتھ کہہ نہیں جاتے۔ بھاشی کی رانی اپنے
گھر لے گئے ہونے کے بعد کہہ رہے ہیں۔

میں انگریزوں کے ختم ہونے پر یہ لوگ اپنا اپنا منہ حاصل کر لیں گے اس میں کیا ہوا
مگر انگریز جاتے گئے۔ پانچاب میں اس کی حکومت مستحکم ہے۔ میری میں ڈیڑھ
کر رہا ہے۔ اداہر کے اختلاف میں اس کی فوج کی تعداد کم ہو گئی تھی۔ ویسی سپاہیوں نے خبر حاصل
کر لیا۔ اب سرگورن کمپن فوج کے گریڈ سے چل چکا ہے۔ اس کے پاس بڑی بڑی توپیں ہیں جن
میں سے اس نے جھل ہے۔ ان سب کو الگ الگ شکست دے دے گا دیکھنا۔
تو یہ ہندو کہہ نہیں سکتے۔

بالکل کہہ نہیں سکتے۔ پرانے زمانے کی عورت کا گھر ہے۔ میں اور کہہ نہیں سکتا۔
مرنے سے پہلے یہ یوں سانس لے رہا ہے اور کہہ نہیں سکتا۔

مگر میرا دل انگریزوں کے ساتھ رہنے کو نہیں چاہتا۔
ٹھیک ہے مگر اب دل کا نہیں دماغ کا وہ شروع ہو رہا ہے تم سوچنا۔ میں حیک
کہہ رہا ہوں۔

اور مسلم سوچا ہوا بھٹکے سے باہر اندھیرے میں آکر دلی کی طرف چلا گیا۔
کہہ ہی ہو جس کے بعد مسلم کو محسوس ہوا کہ ہندوستانی بھائیوں کے گھونٹے چھوٹ چکے۔
بہادر شاہ بابر کی اولاد تھے یعنی گھوڑا چھوڑنے والے بھائیوں کی طرح گھوڑے کی بو باس ہی رکھتے
تھے۔ انگریزی فوج نے بابر کے ذہن کو اپنا یا تھا اور اس کو ترقی دی تھی۔ اس کے پاس ٹیکہ تھا
بہترین توپیں تھیں۔ اس نے دلی کے کشمیری دروازے پر گولہ باری کی اور اتنی ہی جلدی سے تمام

کرلی شہر کی جلی آگ لگا دی۔ پتہ کیا کہہ دانا پتہ کیا کہہ دانا۔ یہاں سے غلطی ہو گئی
تو گولہ مار دی اور پتہ کیا کہہ دانا پتہ کیا کہہ دانا۔ یہاں سے غلطی ہو گئی
میں نے اپنے دل کی طرف سے کہہ دیا کہ میں اس کی سیسلان پر ہی موت پاؤں گا۔ اب نامور
لشکر کے ہندوستانی سپاہیوں کی۔

رومیکہ خٹہ میں وہ جواب جیو الدین خاں کی سپاہیوں میں سے تھے۔ یہاں سے
کی نقل تھی۔ باقیوں کا اثر اس وقت تھا کہ ان کے پاس وہاں تھے۔ یہاں سے
کیا کہہ رہا تھا۔ ان کے ایک عزیز کو گھر پر فساد کے لایا تھا۔ یہاں سے
نے انہیں تین دن توڑ پھڑ کے منہ پر بندھا رکھا۔ یہاں سے
خاں کے ساتھ مسلم میں بھاگتا ہوا تھا۔ یہاں سے
کی طرف چلا۔

میں نے اپنی غلطیوں کو مبرا کر کے دیکھا۔ یہاں سے
تھے۔ یہاں سے پتہ کیا کہہ دانا پتہ کیا کہہ دانا۔ یہاں سے
فصل نے عالم باغ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے
کھنڈ میں بھگت داس کی مسلم پٹھانوں نے اس کی غارتگری کی۔ یہاں سے
نے ایک پراچین کا نام کر لیا تھا۔ ایک دور میں جہاں تھیں۔ یہاں سے
اور یہاں سے اس کی اور رفت میں وقت لگتا تھا۔ یہاں سے
کے بموجب دلی روانہ ہو گئی تھیں۔ ان کے ساتھ جو لوگ گئے تھے۔ ان میں کا ایک کا پرست
واپس آیا اس سے معلوم ہوا کہ اتنی صاحب جہاں تھیں۔ یہاں سے
ہندو مسلم کو دیا جو بدین امانت کے طور پر رکھ رہے ہیں۔ یہاں سے
محل ہندو میں سے یہاں رہے۔ یہاں سے
دیا جائے گا میں یہاں رہ رہ سکوں گا۔ یہاں سے

کا حقد و قہر نے گرواناں کو گایا۔
 یہ آباد کو انگریزوں نے اپنی فتح کا مرکز بنا دیا تھا۔ مسلم کے قریب ایک گاؤں
 یہ ایک چور کے گھر میں چھپا ہوا۔

پروین جھانسی کے قلعہ میں رانی کے ساتھ تھی۔ انگریزی فوج نے اس قلعہ کو گیریدار
 رانی بہتی رہی۔ آخر کو انگریز قلعہ میں گھس گئے۔ رانی کچھیں بائی اور پروین کچھ دیاہوں کے ساتھ
 تھوکنے پر۔ وہ دواڑ سے سینے نکل کر بھاگی اور گوالیار کے سردار تانیا ٹولی سے جا ملے۔ ناما صاحب
 بدور زاب باتہ بھی تانیا ٹولی کے ساتھ شامل ہو گئے۔ یہ محاذ بہت زیادہ خطرناک تھا۔

انگریز جنرل سر جیمز ٹرنر نے اس کا سخت مقابلہ کیا مگر جگہ معرکہ کی لڑائیاں ہوئیں۔
 شجرت آخر انگریزوں ہی کی رہی۔ کچھیں بائی کے ساتھ پروین بھی لڑتی رہی۔ رانی بہت زیادہ
 زخمی ہوئی تو اسے ایک باغ میں لے گئی۔ رانی یہاں پروین کے گھٹنے پر سر رکھ کر زور دیتی تھی
 کہ جیتے رہو۔ رانی فوج یہاں آگئی۔ انگریز جنرل ٹھہر گیا۔ رانی مر گئی۔ اس کی فریاد نے مانی کو سلاسی
 دیا۔ اس نے کہا: یہ باغیوں میں حسب سے زیادہ بہادر تھی۔ رانی کی نعش کو جلانے کے بعد
 پروین کو بھی قید کر کے الہ آباد پہنچایا گیا۔ چند دستاویزوں نے انگریز عورتوں کے ساتھ بناسو کر
 یہاں انگریزوں نے چند دستاویزوں کو بڑے احترام سے رکھا۔

اسلم کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ پروین انگریزوں کی قید میں ہے مگر وہ اس تک نہیں پہنچ
 سکتا تھا۔

کچھ دنوں میں انگریزوں نے ناما صاحب والے غماز پر بھی کامل فتح حاصل کر لی۔ مسلم
 نے اپنے بار میں کہا: یہ گھوڑوں کی نقل ختم عجب عجوب حالات کے گھوڑے تھے۔

لارڈ کننگھم وائسرائے ہند نے الہ آباد میں ملکہ وکٹوریہ کا اعلان کیا جس میں تمام
 باغیہ کو معاف کر دیا گیا تھا۔ اب مسلم کو پوشیدہ رہنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ پروین کو راجا
 گونے کے لئے چلا۔ اس نے ہر طرف ملکہ وکٹوریہ کی تعریفیں کیں۔ تمام لوگ اس مانگے گئے جس کو ملکہ

نے دیکھا بھی نہ تھا کہ وہ حصہ دار ہو گئے تھے۔

دوڑ دھوپ کے بعد پروین اس کے محلے کر دی گئی۔
 پروین یہ سارا کھیل عورتوں کا تھا۔ اس نے پروین سے کہا:
 یہ تو کچھتے ہو۔

مرد بھانڈا دیکھ گھولنے سے دوڑا کر دے گئے۔

انگریز عورتیں ملنے لڑ کچھ نہ کر سکیں۔ آخر وہ مردوں کے تابع رہیں۔

مگر اب غم ہی آئے آتی جاؤ گی تمہارا حقد و قہر سے پاس ہے۔ تم جو چاہو
 سے غریب و دیم تمہارا دست محمد علی کا ادد کیا کر سکتا ہوں۔

پروین ایک نئے انداز سے کھل گئی۔ وہ مسلم کے ساتھ روانہ ہوئی تو یہ معلوم ہو
 تھا کہ وہ رانی تھی اور مسلم اس کا ملازم تھا۔

حق پرست
محمّد نہیں جانتے
”یوڈوناٹ انڈر اسٹینڈ“

You do not understand.

... پوری ہوئی کہ آپ اس وقت
 سبھی سہادی کر لیں ہیں۔ مگر میں نہیں۔
 یہ میں یہی میں اس کے لئے میں آپ اس وقت اور سب بھگے ایک ہی سے
 انہیں کہنے کے لئے کہنا کہ پھر یہ ہیں۔

چسکے؟
 ہاں صاحب بالکل چکر عجیب چکر آئے؟
 چکر ہا؟ مگر نہ کیا

... کہہ گا ہم نے کرم اس رنگ پر چیتے ہیں کہ وہ ان کے کہنا اور چل رہا ہے
 پتہ لگنی پھر ایک چوڑے پر کو پھر اگل سے چلی پھر پھر کھاتی رہی مشر اور مشر
 ہے۔ تم نہیں سمجھتے۔ تم میں سمجھتے کی پکار رہی۔۔۔۔۔ آخر کو گورنمنٹ ہاؤس
 پہنچے ہی گئے۔

گورنمنٹ گورنمنٹ سے سب نے اقدار نے ٹینٹل ایٹیم کیا۔ چائے کی پارٹی ہونے لگی
 ایک مین پراسٹر سلم ٹیٹے تھے۔ ان کے پاس اگر تین اور صاحب بیٹے آج کے لئے مسٹر
 کام کر رہے ہیں چند خوب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ جاتے ہیں اپنی ٹیڈی بھر رہا ہے آگے ہیں
 کافی بنا ہی دیا۔ آدھی ہو تو ایسا۔

کالی: دوسرے بوسے آگے نے خوب کہلے ہے

انسوس کہ فرعون کو کالی کی۔ نہ سو بھی
 میں قتل سے لڑا کہ کے وہ ہنام نہ ہوتا
 یہ سب اگر بڑا کیا دھرا ہے۔ سر سب اگر بڑے ایجنٹ ہیں۔

میری والدہ: تیسرے نے کہا کہ کتنی پر ایہ اس لئے کو کیا مہار سید جو کہ
 چنانچہ ہو گیا۔ تیسرا احمد سے ترمیم نام کر دیا اگر بڑوں نے۔

ایک دوا: ہاں، وزیر پیشیم، خیمہ، ان کے ہفتا ہفتا ایک جہد
 صاحب نے کہا: خدا سے بارگاہی کیا کیا؟ پاسپورٹ چیک لکھا گیا کہ وہ کیا
 : نہ کیا؟ کہی کہ وہ پہلے تم نہیں سمجھتے خلیفہ باغی میں انہوں نے جیت
 لایا ہے۔

گورنر کا کانٹا ہمارے کی مڑ: تیسری نے کہا: ہمارے میں نہ ہکا کی بھی ہیں
 کے مقابلے میں نے کیا ہوا میں کہتی ہیں۔

میرق کیجہ سمجھتے نہیں آتے: عجیب چکر ٹرک ہوا ہے۔ پھر نہ کہہ
 مسلم اب کرسی سے اٹھا کہ وہ کرسی میں بیٹھا ہے سہ سہات آنے صاحب
 رہو دتے۔ انہوں نے کہا: آؤ میں فی مسلم رہو آؤ۔
 وہ ان میں شامل ہو گیا۔

مسٹر تھری قوم کی بڑی خدمت کر رہے ہیں: ایک بند صاحب نے کہا
 : قوم کی: ایک مسلمان بوسے: قوم کو تائب کر رہے ہیں۔ کافر کیس کے آگے رہنے
 تائب کہلے ہے

فہمی دوسرے اعلیٰ ہے ہو گیا ڈھتے ہو
 سب مسلمان چنانچہ کر رہے جائیں گے۔

لکھنؤ میں اور چنانچہ خوب خوب لکھ رہا ہے میر پور
 : تم لوگ اپنے دوست کو نہیں چاہتے۔ وہ اپنی جان دینے دے رہا ہے اور تم
 لوگ اسے بڑا کہہ رہے ہو: ہندو نے کہا۔

مولوی فدا احمد نے ابن الوقت لکھی ہے خوب: ابن الوقت سر تیسرے میں آگے نہ گیا۔
 تیسری کن پہلے خود پوٹ ڈاسن دپتوں
 کہ سر تیسرے خبر دار خدا داہ و برجم منسلک ہا

یہ سب بگاڑیں گے مگر مرتد اپنی کٹے جانے کا کامیاب ہو کر رہے گا۔ مسلمان
 ہاں تم تو بالکل انگریز ہو گئے ہو۔ تمہاری بیگم میں پردہ نہیں کرتیں، انگریزوں نے خوب
 قادیانی بیگم کو دیکھ کر کہا وہ مجھ سے بتا رہے تھے۔

بے پردہ کل جو آئیں نظر میں نہ رہیں
 انگریزوں میں غیبت و قوی سے گرا گیا
 کہنے لگا کہ آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
 کہنے لگیں کہ عقل پر مردوں کی پڑ گیا
 واہ۔ واہ۔ کہہ کر سب ہنسنے لگے خاموش رہا۔

بھائی میری جوی سے میں نے پردہ توڑنے کو کہا تو بھگڑ گئی۔ ایک صاحبہ
 اب تک خاموش تھی بولے۔

انگریزوں اس پر بھی کہا ہے۔

پرے کا مخالف جو شاہ ولی اظہیں بیگم
 اشدک مارا اس پر چھلی گڑا کے حوالے

آپ ٹک کہہ کہیں مجھے تو مسدوس حالی نے پھڑکا دیا۔ مسلمان بولا
 مسدوس واہ کیا شاعری ہے۔

نہ چاقو نہ قینچی نہ نشتر ہے گھر کا
 مرا ہی ہے گھر کی نہ ساغر ہے گھر کا

کیا شاعری ہے۔ نیچول شاعری۔ اماں سیدھی سیدھی شریکیں نہ لکھو کیا لغوی ہے
 ایک کا لیتہ صاحب لپکتے ہوئے آئے اور بولے عجیب دور ہے کوئی کچھ نہیں
 ہی نہیں لہر ایک دوسرے سے کہتا ہے۔ یو ڈنٹا ڈنٹا اور ٹاٹینڈ کاش کوئی آدمی البتہ
 کہ جو کہتا ہم سب سمجھتے ہیں۔ واہ۔

سرسید ایک آدمی سے کہتا ہے۔ مسلمان کہا
 بھگوان جانے۔ کاشتم بولے۔

پھر نہایت کہا۔ لوگ اٹھے، فٹنٹ گورنمنٹ باؤڈلے نے اپنے گھر جانے
 لگے مسلمان اور سرسید بھی اپنی گاڑی میں آکر بیٹھے۔ گاڑی چلی سب اس نے زیادہ ہنکر
 نہیں کھانے اور ہنسنے کو واپس ہنسنے لگی۔

کچھ بے ہوشی کر سہم اپنے آنکس کے کمرے میں آیا۔ تین پرتھو میں الاغاق کا چہرہ کھا
 تھا۔ اس نے پڑھا۔ پھر وزیر کی دروازے سے ایک کاپی نکالی اس میں لکھنے لگا۔ سرسید بہت بڑا
 آدمی ہے۔ تو اس سے نہیں کہتی نہ سمجھتے۔ وہ اپنا کام کر رہا ہے۔ دھن کے ساتھ گرد رہے۔ سننے
 کے ہر شے میں تبدیلی دار رہا ہے۔ کیا اثر ایجاد کی ہے۔ اس کے ساتھی حالی نے شاعری کا رنگ
 بدل دیا۔ کوئی کچھ کہے میں اس کو دھڑکڑا دیا۔ وہی اب قوم کا لیڈر ہے۔
 اتنے میں اس کے کچھ مول آگئے اور وہ ان کی طرف رجعت ہو گیا۔

سات میں کھانا کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آیا۔ اس میں اس نے انگریزی
 ادب کی بہت سی کتابیں جھج کر رکھی تھیں۔ اس دور کے انگریزی شاعر ٹینیسن، ہاؤسنگ
 اور آرنلڈ سے اسے خاصی دلچسپی ہو گئی تھی۔ ناول نگاروں میں اسکاٹ اسکافریٹ تھا
 اس کی تمام ناولیں اس کے پاس موجود تھیں۔ ٹوکنسن اور ٹیکر کے کی بھی چیدہ چیدہ تھیں
 اس نے پڑھی تھیں۔ آرنلڈ کے اثر سے اسے دوسرے سے بھی زعیت ہو گئی تھی۔ مناظر
 سے دلچسپی اس کو ہمیشہ تھی مگر وہ دوسروں کی نظر لے اس میں قنوت سے عجیب قسم کی جھجکا
 چھ لکھ رہی تھی۔ اسے نظم پڑا دیا ہر پڑا ایک عجیب قسم کی دکھائی دیتی تھی۔ اور دوسرے کی اپنی
 بیوی پر نظم اسے زبانی یاد تھی اسے محسوس ہوا کہ یہ نظم اس کے پروین کے قصیدہ کی ترجمان
 نظم کا پہلا حصہ اسے اس وقت کی یاد دلاتا تھا جس نے پروین کو پہلی دفعہ دیکھا تھا۔
 اس بیت پر سر دھنسنے لگتا۔

قوم جو کچھ کر رہی تھی اس کا کھیل بننا کے مغلوں پر ہوتا ہوا دکھائی دیتا۔ اسے ایک نئی
 سوچیں آئی وہ یہ کہ وہ تمام اہم چیزوں کی کشتک نکال لیتا اور اپنی ڈاڑھی میں چپکاتا جاتا تھا۔
 امید تھی کہ اس طرف توئی ڈور اسے کاہل میں اس کے پاس محفوظ ہونا چاہئے گا۔ یہ سرفراز اور
 کے پاس ڈاڑھیوں کا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔ پھر اتنے خیال آیا کہ ان میں سے جو تین مغلوں کو
 اٹک کو لے اور ایک جلد میں بندھو لے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ چوبیس تین چار کے کچھ معنات
 میں اور پھر انہیں سے نشان لگا دیے تھے ان میں ہر سال نہیں تو ہر دو سال سفر دینے
 اہم منے ضرور شامل ہوتے رہتے۔

اگرچہ زمانے میں اس کے کردار کا ارتقا ان ادب کی طرف تھا مگر خود بھی ادیب
 نہ ہو سکا تھا۔ اگرچہ ادب سے شوق نہ تھا جسے جسے تخلیق کی طرف رجوع کر دیتا تھا۔ اس نے
 ان تمام جمیع کی ہونی کشتک کو مڑ کر دیکھا ایک سیریل ڈرامہ بنایا تھا جو ایک طرف ہر
 پارے سے تجزیے کو پیش کرتا تھا اس کو سیریل ڈرامہ کہنا بھی غلط ہے۔ یہ ایک ایسی صنعت
 جو بالکل نئی تھی حالانکہ اس کو ڈرامہ کہنا جا سکتا تھا۔ انگریزی ادب نے ہی اسے لفظ آواز
 سکھایا تھا اور اس کی تصنیف کا موضوع آزادانہ تھا۔

مقام سین۔ گنگا جہنا کا سنگم
 شیکسپیر کا ایرک آواز کی گائیت گاتا ہوا آتا ہے۔

Where the bee sucks, there suck I
 In a cow's bell I lie
 There I crouch when owls do cry
 On the bat's back I do fly
 After summer merrily
 Merrily, merrily, shall I live now
 Under the blossom that hangs on the bough.

و میں ترا کے اٹھا۔ اگرچہ کا یہ شعر اس پر پورا اترتا تھا اسے

کہیں باقی ہے ہم میں وہ اور اور مسرگاری
 و خلیفہ کی جگہ یا پائیر یا آئی ڈی ٹی ہے

بائز اخبار جس کو روڈیا روڈ کپلنگ ایڈٹ کر رہے تھے اس کے سرانے رکھا تھا۔
 وہ پڑھنے لگا۔ یہ اخبار بھی نئے دور کی عجیب چیزوں میں تھا اس سے تمام ملک کے حالات
 ایک نگاہ میں معلوم ہو جاتے۔ اسے اخبار ایک ایسی مطبوعہ تھا جس پر دنیا کے حالات کا ڈراما
 نٹ نئے رنگ میں دکھائی دیتا۔ اس نے اور پوچھنے سے پہلے کر لیا تھا کہ لہ آباد سے باہر
 کبھی نہ جائیں گے اور اب نہ کوئی بادشاہ تھا اور نہ ملکہ جو ان دونوں کو بلاتے اور ہمارا
 مگر دنیا کی سیر کا شوق اب پہلے سے کہیں بڑا ہو گیا تھا۔ یہ شوق اخبار سے پورا ہو جاتا۔ اخبار کو
 اور ادھر گاہی کی جگہ رکھنے کا نتیجہ یہ بھی ہوا تھا کہ اگرچہ دنیا نہیں تو پوری قوم سے دلچسپی
 کی جگہ آگئی تھی۔ جیسے پہلے زمانے میں اللہ کی طرف رجوع اور اللہ سے محبت سب سے زیادہ
 ہم چیز تھی ویسے اب قوم کا خیال اور قوم سے محبت ایمان ہو گئی تھی۔ پہلے خود کو خدا میں
 جذب کر دیتا تھا اب خود قوم میں جذب ہو جاتا تھا۔

And in thy right hand lead with thee
The Mountain Nymph, sweet Liberty.

(اور جو دھڑل ہیم انڈین نیشنل کانگریس کی تیار رکھتا ہے)

ہیوم: یہ جماعت ہندوستانیوں میں تو ہی تصور کی تعمیر کرے گی۔ اس میں ہندو-
مسلم سمجھوتہ سب شامل ہوں گے۔ ہندوستانی ایک نیشن ہیں۔ رفتہ رفتہ قومی و قریب قریب
کوسٹ لینے کے قاب میں ہوں گے اور ان کو ان کے ملک کی حکومت سپرد کر دی جائے گی۔
ہندوستان کے لوگ ایک بھیر کی صورت میں داخل ہوتے ہیں اور لٹیک لٹیک
کی ہڈیاں ہوتی ہیں) سرسید کہتے ہیں۔

سرسید: ایسی قوم کو سیاسی کاموں کی طرف توجہ نہ دینا چاہیے۔ ابھی تعلیم سے
تعمیر کی ضرورت ہے۔

(ان کی آواز پھٹ کر آواز میں گم ہو جاتی ہے۔)

لاؤ ڈاکٹر آن ڈاکٹر سے داخل ہوا

کیزل: بنگال کا صوبہ بہت بڑا ہے اس کے دو حصے کر دیے جائیں مغربی
بنگلہ مشرقی بنگال۔

ہندوستانیوں کی بھڑک سے بنگالیوں نے الگ ہو کر نہیں بنیں۔ بنیں کاشمیر چھایا
بھنگم چندر چٹرجی: ہند سے ماترم

(تمام بنگالیوں کے زور زور سے یہ نعرہ لگایا)

کیزل: عہد ہندوستانی مغربی اور اورھ کا وہ۔ ہم یوٹائیڈ پر دیو سنتر ہو گا۔ یورپی
پوٹی: نہ! واس کا دارالسلطنت ہو گا۔

(مسلم: چہ دین اس ہمارا صوبہ یورپی ہے۔ آپا عتی۔ اُم یہ دین سب لے لی ہے
ہوئے۔ تم کو یورپی کہا کروں گا۔ تو پتا ہوئی۔)

یورپی: کیسا اچھا نام ہے مسز یورپی مسلم۔ آبا بابا
مسلم: ہم انہی تم کو کہہ کر اب اصنام اور عبادت گاہیں گے ہمارا سنگم
پورے ہندوستان کا مرکز ہے۔

محمد علی شکرکت علی جناح: ڈاکٹر انصاری حکیم اہل خوں حسرت مرہانی بکر خان
برائے کلام آزاد میاں محمد شفیع داخل ہوئے۔

سب: ہم کانگریس کی ایسی پر عمل کریں گے۔

لاؤ ڈاکٹر ڈاکٹر سے آیا

ہندوستانیوں کے گردہ میں سے مسلمان الگ نظر آئے اور ایک ایڈریس پیش کیا۔
ہم مسلمان الگ قوم ہیں جس الگ حقوق دیے جائیں۔

منعوا: اس پر غور کیا جائے گا۔ مگر ہندوستان کی سب قومیں ایک ہیں تو چھا
مسلمانوں نے الگ کے اجلاس کئے ڈھاکہ کراچی۔ لاہور دہلی آزاد
لکھنؤ اور قسطنطنیہ۔

سب لیڈروں نے کہا: الگ اور کانگریس کی قوتیں مشترک ہونگی ہند
مسلم اتحاد کی سہی جاری ہوگی۔

ملک: موتی مال ہنر۔ ہمارا گاندھی۔ لاہ لاجپت رائے جواں جہاں نند
مرد خبی ناٹیدو داخل ہوئے۔

(حسرت مرہانی اور ملک نے ہاتھ لائے جب تا گاندھی کے محمد علی نے پرت
چھوئے۔ جواں مال محمد علی کے سکرٹری ہوئے۔ لاہ لاجپت رائے کو سب لگے لگائے۔

ہندو مسلم اتحاد زندہ باد ہندو مسلم ایک ہو۔ ہندو مسلم ایک ہو۔ عوام نے نعرے

گرہ کی آواز :-

ہل اسٹال مستعد علی کی
جان جیش اخلافت پر دیدہ
(چند ہونے لگا، مسئل ان عورتوں نے اپنے زیورات دے دیئے۔
لاڈل چھوڑا ڈاکٹر کے راجل ہوئے۔ حکومت ہونے والی ایکٹ
پاس کر دیا)

مہندستانوں کے گروہ میں شورشیں بہا ہوتی سرکاری عمارتوں میں آگ لگتی
گتھ لٹل لاکہ جنرل ایڈوائس نے جیسا تو اہل باج اور تیسریں قوم ہتھوں کے جیسے پرکھی
چلائی۔ چار سو لاکھ لکھ بیگنوں کی زخمی ہوئے۔ جلوس اور جیسے چپا نیکی لگا دی گئی۔

لاڈل ریڈنگ داخل ہوئے
ویڈنگ، ترک حالات کے تمام لیڈروں کو قید کی سزا۔
عوام کی آواز :-

کہہ رہے ہیں کراچی کے قیدی
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو
(گاندھی جی لنگوٹا بانٹے ہوئے چتر چلاتے ہوئے نظر آئے۔ عوام ہنسنے
گاندھی ٹوٹی اور کھنڈ کا کرپا پن لیا۔)

[مسلحہ :- یو پا دیکھو میں یہ کھنڈ کے تھان لایا ہوں۔
یو پا :- میں ان کی ساڑیاں بناؤں گی اور تمہارے لئے گیتے اور ٹوپی۔
مسلحہ : گھر کے پردے اور نو بجو کے خلاف۔

یو پا :- ہاں ہمارے گھر میں کھنڈ کے سوا کچھ نہ نظر آئے گا۔
اقببال گاتے ہوئے آئے اور

جناح اور سرحدی تائیڈ میں بڑا ربط نظر آیا۔ سرحدی نے ایک نظم پڑھی

شہنشاہ جابج پنجم اور ملکہ میری کی ریل میں تاجپوشی

راہبہ رفا تھ ٹیگور دکن من جن ادھیانک جیا ہے ... بھارت بھنگ
روہانا شہنشاہ ہند زندہ باد : عام گروہ نے غصے لگائے۔

مسلم لیگ کا اجلاس محمد علی جناح کی صدارت میں
جناح : کانفرنس اور مسلم لیگ میل جول کے ساتھ ملک کی آزادی اور فلاح
بہبود کے لئے جدوجہد کریں گی۔

جنگ عظیم کے گرنے دھننے لگے گروہ میں سے سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں
لڑتے ہیں شامل ہوئے۔
بج زائن چکیت گاتے ہوئے آئے۔

ہاں دلیاں وطن دھاک جھٹا کر آنا
تیسری تخت کی بنیاد بڑھا کر آنا
نہیاں خون کی برتن میں بہا کر آنا
یہی گنگا ہے سپاہی کے نہانے کے لئے
دھارموا کی ہے پار لگانے کے لئے
مولانا محمد علی آگے بڑھے۔

محمد علی :- جنگ عظیم ختم ہوگئی۔ انگریزوں نے ترکی کے خلاف تشدد کرنا شروع
کیا۔ خداقت کو ختم کر دیا۔ اس کے خلاف قدم اٹھایا جائے تاکہ مملکت کی تحریک
شروع کی جائے۔

گا دیں ہی، ہم ترک مملکت تائیڈ گروہ سے حکومت کے خلاف پرامن مقابلہ
ادنا فرمائی کریں گے۔

سارے جہاں سے چاند و ستارے ہمارا
ہم بیلے ہیں اس کی یہ گستاخ ہمارا
چکست :-

اس حاکم لائش سے چٹے پر سے وہ جاری
ہمیں و عرب میں جتن ہوئی تھی آسب پاری
سارے جہاں پہ جب تھا رحمت کا اظہار
جسٹم چراغ عالم تھی سسر زریں ہماری
شیخ ادب نہ تھی جب زبان کے اعلان میں
ناباں تھا ہر دانش اس وادی کہن میں
پنڈت مدن موہن مانویہ نے پر شوکم داس ٹنڈن داخل ہوئے۔

حالیہ میں : ہندو ایک ایک قوم ہے۔ بنارس میں ہندو یونیورسٹی بننا چاہیے
ٹنڈن : اور مسلمانوں کی زبان اس کا رسم الخط قرآن کا رسم الخط ہے اور
اس کے الفاظ عربی فارسی ہیں۔ ہماری زبان اور وہ نہیں ہے ہندو
[یو پا : یہ کون بھوت آگئے ہیں۔ یہ سب گڑبڑ کر دیں گے۔
مسلم : یہ لاد ڈرینڈنگ کے پٹھوں۔ کڑا اند کے گریگے ہیں]
آل پارٹیز کانفرنس

تمام لیڈر : حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ ملک کو خود مختاری کا کل آزادی دیکائے۔
پنڈت موٹی لال نہرو کی صدارت میں ایک کمیٹی بنائی جائے جو رپورٹ پیش کرے
[مسلم : یہ نہرو رپورٹ تو ہندو راج چاہتی ہے۔
یو پا : سید حسن کے معاملے سے پنڈت جی خفا ہو گئے۔
مسلم : کچھ بڑے تو چاہتے ہیں کہ مسلمان ہندو راج کے سچے غلام بن جائیں۔

یو پا : یہ تو بڑا بڑا ہے۔
[گاندھی جی : تم نے بنا چاہا ہے۔ مسلمانوں کا کچھ تو نہیں میں]
سامعین : کمیٹیشن داخل ہوا ہے

نگینوں اور خیاروں پر ۵۵۵۹۸۴ ۵۳۰۸ ۵ چھامراڑ سنگے
سامعین : جب نرے ایک ایک را کھا ایک ایک ایک مطا ہے رکھتے ہیں آزادی
کے مطالبے کو زیر غور رکھا جائے
جناب : ہمیں حکومت برطانیہ کی باتوں میں غور و جہاں نظر نہیں آتی۔ اس سے ہمیں
اس پر ہمتا نہیں۔

مسلم لیگ

جناب : میں چاہتا ہوں کہ مسلمان زبان کی چاروں کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ اپنی قسمت کا
فیصلہ کرنے کے لئے ایک جگہ اکٹھا ہو جائیں سب مسلمان مسلم لیگ کے ساتھ ایک
ایسا اتحاد بنائیں جیسے وہ اپنا سچا نسب لے سکیں۔ واپوری ڈیوٹی
کے ساتھ ملک بھر کے مسلمان سچے دل سے اس پر چلیں۔
اقبال :

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا
[مسلم : یو پا اب سبب قفقہ ختم ہو گیا۔
یو پا : بڑا بڑا ہوا مگر دیکھو۔
مسلم : کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا چکر تھا۔ چکر
اکتبر :-

گاندھی جی کا لٹکانا گاندھی بابا نے کیا
شیخ جی کا اونٹ کس کی ٹیٹا ہے دیکھئے۔

اس وقت کہ ہر نظم میں اس وقت سے جو تعلق کمائی رہتا تھا مگر قبائل
نوی شامہ تھا

شہر پر نہیں تو اسے دیرہ جیٹا سے قوم
ادہ تعریف دے۔ "شکریہ جواب شکوہ"۔ "طوبہ اسلام" ایک نئی سیاست کا پیغام دیتے
تھے، اقبال کے کلام کا زور عجیب تھا۔ "شکوہ" ادہ جواب شکوہ، "مسلم کرپٹ یا دہرے گتے"۔
نیا دہرہ یہ بند ٹھہرا کر۔

جہیز لڑتی ہے آتش زنی ہر خند من ہے
امین اس کے کوئی صوفی نہ کوئی گمشدہ ہے
اس نئی آگ کا اقوام کہیں ایندھن ہے
لخت ختم و سل شعبدہ بہ ہیرا ہن ہے

آج بھی جو جو ہر ایم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے آواز گستاخ پیدا

اسے محسوس ہوتا کہ وہ ہندوستان آنے سے پہلے کے زمانے میں چلا گیا شروع
اور اسلام کی روح اس میں آگئی۔ وہ مسلم نہیں تھا، اسے مسلم ہوتا تھا، اقبال اسے مسلم بنانا
تھا اور مسلم سیاست سے کنارہ کش ہونا اس کے لئے مشکل تھا۔

وہ پھر اخبار پڑھنے لگا۔ انگریز نے ہندوستانیوں کو جکڑ دینے کا کام بڑی تبلیغ کے
ساتھ شروع کر دیا تھا گول میز کانفرنس ہو رہی تھی، گول گول سرہات کو گول کر دینے کیلئے
یہ کانفرنس بلائی گئی تھی، مولانا محمد علی جوہر جوہر سے جیسا کہ اس میں شریک ہوئے
ان کی تقریر کمال کی تھی، مسلم سے برابر پڑھا، اس کی ادبیت پر جھوم جاتا، آخر دیکھنے لگی
نما تھا کہ محمد علی کے پاس مکاؤ لے کا نظم ہرک کی زبان اور نولین کا دل تھا، محمد علی کی تقریر کا
یہ حصہ اس کے خاص طور پر نوٹ کر لیا تھا۔

مسلم نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کی، ادب کی طرف توجہ دی، حسرت کی
غزلیں اسے بہت اچھی لگیں، خاص طور سے یہ غزل،
حن ہے جس میں تو ہر شے جلوہ گراں دل میں ہے

جذیر صورت پرستی میرے آب و گل میں ہے
جو معشوق بازی کیوں نہ ہوں اہل نظر

جلوہ حق آشکارا صورت باطل میں ہے
تجھ کو نامہ کیا خبر شور جنوں کیا جیسٹ ہے

تیرے سر میں بھی نہیں ہے وہ جو میرد میں ہے
لکھنؤ کے شاعروں میں صفی ادہ عزیز کا بھی کلام اس نے پڑھا۔ مگر یہ بناؤٹی
منوم ہوا، مگر اقبال ایک نئی ادہ عظیم چیز تھا، حالی کی تحریک کو کمال پہنچاتا تھا۔ ادہ بھڑکی
سے لے کر تمام شاعر دل کا فن بھی اس میں موجود تھا۔ وہ قدیم شاعر تھا ادہ جگن پر اس کی
نظم کا یہ شعر وہ دور تھا سے آگے نکل جاتا تھا۔
چوٹے سے پانڈی ہے ظلمت بھی روشنی بھی نکلا کبھی گہن سے آیا کبھی گہن میں

مجھے سلام نے پاک صاف نرمی کے طریقے اور دہن مسن کے ایسے
 دینے سکھائے جس پر چلتا دینا میرا انسان کہنے لگا تھا بھی ضروری
 ہے جتنا اس کے لئے انسان بنا اسلام بھی انسانیت کا صحیح زندگی
 کا پورا ضابطہ ہے نہ سب مل کر کسی رسم کا نام نہیں بلکہ وہ انسانی
 زندگی کی سچائیوں اور گہرائیوں کا ایک مضبوط قانون ہے اور اسلام ہی
 سب سے بڑے اور سب سے اچھے قانون کا نام ہے۔ اگر آپ مجھے اسلام کے
 علاوہ دنیا کی کوئی بڑی سلطنت یا کسی ایسی خوشحال قوم میں داخل
 رہنے کو کہیں جس کا قانون اسلام سے الگ کوئی اور ہو تو میں اسے ہرگز
 ہرگز منظور نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کی ہر سلطنت یا قوم کا قانون اور
 طریقہ اسلام کے بغیر وجود ہے۔ اس لئے ہم مسلمان ہند میں اسلامی
 طریقوں سے الگ کسی قسم کی حکومت گوارا نہیں کریں گے؟

اسلام کی عظمت کا یا احساس اسے پہلے کسی نہ ہوا تھا۔ محمد علی اس تقریر کے بڑی
 مرثیے اور اہمیت اعتداس میں دہن کیا گیا مسلم کے لئے اقبال کے ساتھ ساتھ وہ بھی
 ایک عظیم ہستی ٹھہرے۔

شرکت علی نے کانفرنس سے واپس آکر عوام کو ابھارا شروع کیا۔ مگر شرکت علی کچھ
 تھے۔ بعض بھڑے ٹھہرے۔ ان پر خداوندت کے سلسلے کا چندہ کھا جانے کا بھی الزام لگایا جاتا تھا۔
 جناح لندن ہی میں وہ گئے تھے اور وہیں وکالت کرتا چاہتے تھے۔ گولی میز کانفرنس کا
 نتیجہ گول ہی رہا۔

دسمبر ۱۹۳۱ء میں اقبال مسلم لیگ کی صدارت کے لئے ال آباد آئے۔ ایک کوٹھی میں
 اجلاس ہوا۔ مسلم اس میں شریک تھا۔ اقبال کی تقریر کا یہ حقداس نے نت کر لیا۔
 ہمیں ایسی حکومت چاہیے جس کی زبان جس کا رہن ہوں اور جس کی

قومیت ایک ہر مسلمانوں کا پارہ تھی۔ ہن انہی پارہ اسلامی تہذیب
 کے ساتھ تھا۔ یہ ہے الگ ہے اور سب کے پارہ ہے۔
 ہم نے اپنی حکومت کو اپنے مذہب کی اچھی اور سچی باتوں کو جید کرکٹ
 ہے۔ اب ہم پہاڑی غلطی نہیں کریں گے۔ اب ہم نے چاہیے کہ
 اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کو ہندوستان میں اپنا ایک الگ علاقہ
 چاہیے اور اس میں وہ صوبے ملنا کریں اس کا اختیار دیا جائے جہاں
 مسلمانوں کی زیادہ آبادی ہے۔

اجلاس کے بعد وہ اقبال سے ملا۔ اقبال کا مغلظ پنجابی تھا اس پر مسلم سکریٹری
 اقبال نے انگریزی میں باتیں کرتے رہیں اور انگریزی ہی میں باتیں کرتے رہے۔ اس کے
 جانے کے بعد مسلم گزٹ کے کام میں اور بھی پیپی ہو گئی۔ بالآخر پٹیل کی غزلیں اسے غزل وانی
 کے میدان میں اہم ترین اضافہ معلوم ہوئیں۔ اقبال نے صاحب زیور ترقی میں کتا شروع کر دیا
 تھا مسلم بن کی ترقی کی تحفیں میں جیسے لڑا لیا اور ان میں کے اشعار پر ہر دستار۔

اب مسلمان انگریزوں ہی سے نہیں بلکہ ہندوؤں سے بھی برسرِ پیکار نظر آئے۔ ہندو مسلم فسادات
 عام چیز ہو گئے۔ مسلمان اپنی تعلیم میں مصروف ہوئے۔ اب کوئی جناح سب سے زیادہ نمایاں لیڈر
 ہو گئے۔ ان کی زبانیت کی تعریف ہندو بھی کرتے وہ مرکزی اسمبلی میں ہندو دارتھاری کیستے۔
 ۱۹۳۵ء میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ نافذ ہوا اس میں مسلمانوں کے تمام مطالبات مان
 لئے گئے۔ ہندوؤں نے بڑا شور مچایا۔ قانون ساز اسمبلی میں جناح نے کہا:

”میں سارا قوم پرست ہوں۔ میں اسمبلی کے ممبران سے ایک بار پھر
 اپیل کرتا ہوں کہ خواہ وہ مسلمان ہوں یا ہندو خدا کے واسطے فرقہ وارانہ
 مسئلوں کو اسمبلی میں زیر بحث نہ لائیں؟“

اس کے بعد کانگریس کے لیڈروں نے خاص طور پر گاندھی جی نے بڑی کوشش

کی نسبت سے سمجھ کر کریں جو کہ حاصل نہ ہوا مسلمان اب لاہور میں رہتے تھے۔ ایک کانگریس
میں جس کے بڑے بڑے اہل کلام آزاد نظر آئے، دوسرے نے طرہ ایک میں جس کے بڑے بڑے
ایکٹ کے مطابق عدوتوں میں ہندوستانی حکومتیں قائم ہوں۔ یہ فیملی میں
یہ کہ بڑا غلط فہم کیا گیا اب مسلمان وزیر مس کامروں بولے اور کلام آزاد نے جو دھڑکیوں کا
سے بات چیت کی۔ وہ مسلمان نے یہ جوتا دھڑکی سے مسلم اس زمانے میں ایک مقرر کے کے مسلمان
نکھڑا ہوا تھا جو ہری خلیق الزماں اور قوالیہ صاحبین خاں کے ساتھ وہ بھی جو اہل لال کے بیل
گی۔ وہ پڑ کے نیچے بیٹھا ہوا۔ دونوں صاحبان بات چیت کیلئے اٹھ گئے۔ جو دھڑکی صاحب نے
باہر گھر سے کہا: دیکھا جو اہل لال کہتے ہیں کہ تم دونوں میں سے ایک کو وزیر بنائیں گے
اور ایک وزیر کا ٹکڑی کا مسلمان ہو گا۔

اور بول کلام آزاد نے کیا کہا؟ مسلم نے پوچھا۔

”انھوں نے کہا: دونوں کو لو۔ اس میں کانگریس کا فائدہ ہے مسلم لیگ ختم ہو جائے
گی۔ مگر جو اہل لال نہ مانے۔ پر شوکم واس ٹنڈن نے انھیں بہکا دیا۔“
”تو پھر اب؟“

”بول کلام آزاد کہتے ہیں کہ گاندھی جی سے کہیں گے۔ میں تو کہہ چکا ہوں کہ میں جاتا ہوں
میں آباد میں اللہ اکبر کا نعرہ لگاتا ہوں۔“

چنانچہ جو دھڑکی صاحب نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ راجہ امیر احمد خاں محمود آباد
لاکھوں روپیوں کی قیمتوں کے ساتھ ان کے ساتھ ہونے مسلم لیگ کا ایک جلسہ انھوں میں
ہونا طے پایا جس کی اسپیشل کمیٹی کے صدر صاحبزادے راجہ محمود آباد ہوئے۔

اس اجلاس میں شریک ہونے کے لئے مسلم لیگ کو آنے لگا۔ یو آئی نے مخالفت کی۔
دونوں میں بحث ہوئی اس نے کہا: ”تم نہیں سمجھتے“ اس نے کہا: ”تم نہیں سمجھتے“ اب
زندگی میں پہلی دفعہ وہ اس کی مرضی کے خلاف چلا۔ لکھنؤ پہنچ کر محمود آباد واس قیصر باغ میں

خبردار شام کی گاڑی سے بناتے صاحب آ رہے تھے۔ انہیں پتہ نہ تھا کہ مسلمان انھوں میں
نہ جانا صاحب کی وجہ سے نہیں بلکہ راجہ صاحب کے شریک بننے جانا صاحب کو ایک
کئی ڈر میں بیٹھا گیا۔ راجہ صاحب نے پوچھا: ”تو پوچھو۔“ وہ نہ ہوئے سارا مجمع پھیل گیا۔
مجالہ جاتا تھا باور۔ محمد علی جناح نے زور دیا کہ نوسے آتے رہے۔ ”جناح صاحب نے صاحب
کی گاڑی سری رام روڈ سے تھل کر امین آباد میں سبکی کر دی۔ چنانچہ ماروں نے مل کر یہاں مسلم نے
دیکھا کہ جناح صاحب نے سیٹ پر چھپ چکے تھے۔ راجہ صاحب کو دیکھ کر
نے گھیر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد خاک رٹ کو مار بیٹھا گیا۔ پھر سارا مجمع قیصر باغ روانہ ہو گیا۔
دوسرے دن لال باغ میں اجلاس ہوا۔ تقریر ہوئی۔ میں۔ مولانا شریک علی نے
اپنے انداز میں اشارے کئے۔ راجہ صاحب تقریر میں شکیا۔ پھر جناح صاحب نے
تقریر شروع کی تو مجمع نے کہا: ”اردو دیا۔“ اردو میں: ”راجہ صاحب نے کہا۔“ صدر محرم
اردو نہیں جانتے۔ ”جناح صاحب انگریزوں میں تقریر کیے تھے۔ ہے۔ جو خاص بات انھوں
نے کہی وہ یہ تھی کہ

The Congress wants that the Hindus should
dominate the Muslims. The Muslim League
will see to it that they cannot do so.

”کانگریس چاہتی ہے کہ ہندو مسلمانوں پر حاوی ہو جائیں۔ مسلم لیگ ایسا
نہ ہونے دے گی۔“

آخری اجلاس میں پکنور کے الگس کے لئے چندہ بت کیا گیا۔ جناح صاحب خود
پکنور گئے۔ مگر وہاں ان کا غنا غرہ بار گیا اور کانگریس کے د نظر اہل انہوں کی پھر حیات رہی۔
جو دھڑکی خلیق الزماں مسلم لیگ کے کام میں منہمک ہو گئے۔ راجہ صاحب روپیہ نہ دھارنے
رہے۔ مسلم آباد واپس آیا۔

یہاں کہ دونوں تخی رہی۔ کانگریس حکومت کو بڑی مشکل پیش آئی کہ وہ اس کی اس نے شیروں کو، جاذبت اسے دی تو شیروں نے پتہ، ایک پیش شروع کیا اس کے ذہن کا حال ستم ستارہ۔ پھر دوسری جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ کانگریس کی حکومت ختم ہو گئی۔

کل میں دنیا کا سب سے بڑا جہازوں کا کیرنیک میں پورٹنڈ پورٹ بڑی قریب کے ساتھ چڑھائی کرتا ہوا دکھائی دینا جانتی بڑا خوش کی سوار کی کسی نے نہیں کی تھلہ نے کہا تھا: ستم نے سوچا: بڑی خوشی ہی سے بڑائی ہوتی ہے، اگر تے تو نہا جوت فتح کیا تھا، جوات پورٹنڈ سے کسی طرح چھوٹا نہیں ہے۔ ایتنی ہی۔ دیکھنا ہے کہ مبارک کے یہ جنگ کیرنیک کے کیرنیک سے زیادہ تیز ہیں، اگر کی جوات پورٹنڈ سے اب تک ایک کی سب سے زیادہ تیز کارگزاری ہے۔ گیارہ دن میں سب کچھ ہو گیا تھا۔ کیرنیک اس سے جوت پورٹنڈ سے کیرنیک کے کیرنیک کی فتح بڑھتی رہی مگر پورٹنڈ ایک ہفتہ میں فتح ہو ایتنی میں کیرنیک آئے رہا کیرنیک آگے۔

جنگ کے حالات میں کیرنیک کا پورے یو۔ پ۔ پورٹنڈ بڑا ہی منفی خیر زیادہ ادھر جاپان کا انگریزی جہازوں کو جنگ چھڑنے سے پہلے ہی ہوا کہ دیکھنا ستم کو بڑی یا جہازوں میں آئی۔ دیکھیں اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے: اس نے دل میں کہا، جاپان ستم کو کیرنیک یا جاپان جہازوں آجائے گا، جہازوں سے بھرت کے لیے ان کے آدھ میں بڑے خاص سامان ہوتے رہے۔

مشرعہ جل کی تقریر پر اسے کمال کی چیزیں نہیں کیا عزم تھا کیا زبان سادہ
انگریزی تقریر کا ادب و کداری تھی چڑھیں۔ برکت سے آگے چل گیا تھا۔
دوس۔ دو برس سے لڑنے لگے مارشل ٹرو شکر کی فوجیں مقابلہ کرتی رہیں۔ مارشل
بیسر پنجاگر اسکونے سکا۔ لین گروٹسکس پنجاگر سے بھی نہ لے سکا۔ اسٹیشن ٹراڈ میں جنگ
کی خبریں تھیں۔ سیکر کے ٹیکوں کا پٹول تہ کیا۔
مجھے دس دن اچھے موسم کے مل جائیں تو یورپ کو تیریوں سے ملات کر دینا
پر چلنے لگا۔

فینڈا مارشل ماخٹ گوری اس دور کا سب سے بڑا سپاہی تھا ایک ٹیکراہ بنیا
پہنے ہوئے تھا اور نارینٹکی میں فوج تھامی۔ انگریز فوج بڑھتی گئی پٹل فامب ہو گیا۔
اور گاندھی جی Quit India پوری قوم انگریز کو نکالنے کے لئے تیار ہو گئی
کی لہ قیامت کے ساتھ وعدہ تھی۔ گاندھی جی بھی کس کمال کے آدمی تھے۔ ان اتنا سارے ملک
میں پڑتالیں اتنا تیرہ گروہ ہونے لگی۔ کانگریس کے بڑے لیڈر تیار کرنے لگے۔ محمد علی جسٹس لہ
یہ وقت ملی تھا اصلاحی اور تعمیری کام میں لگے رہے۔

بھلا بھائی ڈیسیاتی اور راج گوبال چارپے مسلم لیگ کے لیڈر تھے
مشرعہ کے کانگریس اور مسلم لیگ کو مل جل کر کام کرنا چاہتے تھے۔
میں تو نا اُمید ہو گئی تھی۔ یو پاتے مسلم سے کہا۔

مگر اب پھر امید بندھتی ہے کہ اتحاد قائم ہو جائے گا اور ملک کی تقسیم نہ ہوگی۔
تقسیم کیسے ممکن ہے۔

نا ممکن ہی نہیں ہے یعنی جی ہے۔

سر سٹیفورڈ کریس کے ماتحت ایک مشن انگلستان سے آیا۔ تمام لیڈر اس سے
ملنے لگے۔ بات چیت کی۔ پورٹریس اخباروں میں آتی رہیں۔

محمد علی جتوئی نے ہر دست تقریر کی جس میں انہوں نے کہا
مسلمانوں کا کوئی دوست نہیں ہے۔ نہ انگریز نہ ہندو۔ اب جی لگے
اور ہندو کی ستودہ طاقت سے ڈرنا ہوگا۔ یہ جی بیکسچہ اور وہ بھی
بنیاد اسلام ہیں۔ خداوند سے ڈرنا نہیں سکھاتا۔ ہم لوٹ کر مقابلہ
کر رہے گے۔
بنیا؟ مسلم نے کہا۔

اور جتوئی بھی تو بنیا ہے اس کا راجا جس بنیا تھا۔ جیتل سے جتاج ہو گیا اور یہ
مسلمان کدھر سے ہے۔ یو پاتو لی

اب شیل کی کڑائی ہے۔ یو پاتو ہندوستان عجیب ملک ہے جہاں چلنے والے
آباد ہیں۔ برہمن۔ جھتوری۔ ویش۔ شورو۔ مصوفی آئے وہ برہمنوں کی طریت کے تھے ان کا مقابلہ
برہمنوں نے کیا۔ انگریزوں نے فوجیہ کو دھچکا میں دیکھا۔ راجہ رتن ایک میں کی صدا بلند ہوئی۔
مسلمان سپاہی آیا۔ راجپوتوں کی طرح کا تھا۔ راجپوتوں نے اس کا مقابلہ کیا۔ مابھو توں
اس نے مل گیا۔ وہ توں ختم ہو گئے۔ انگریز بنیا آیا۔ تجارت کرنے۔ بنگال کے شیل نے اس
سے مل گیا۔ گاندھی بنیا اسے نکالنے پر کھڑا ہوا۔ جتاج بنیا بھی ساتھ ہوا۔ یہ بیچے ہی اس
بیچے کو نکالیں گے۔

اللہ مددوں نیچے آپس میں بھی لڑ رہے ہیں۔

یہ بھی ضروری ہے۔ انگریز کے بدلے سے پہلے حقہ بٹالینا ضروری ہے اپنی پی
ہکان لگ لگ جائے۔

تو ہم لڑتے کہاں جائیں گے۔

کیوں؟ ہم تم ہمیں رہیں گے۔

کیسے؟

کہ سب ترک مسلم رہا۔ جس مسئلہ میں کسی اور سے گوارہ نہ دینا ہو۔
میں دیکھتی ہوں کہ سبھی دلیپس کے دل قریب آ رہے ہیں۔

دلیپس؟

نہر جانے دو چاہا ہے جو یہ انگریز نہ جانے۔

مسلم جناح صاحب سے ملنے بھی پہنچا بار بار سکرٹری سے ملنے کے لیے اجنا خور
منٹ کی ملاقات کا وقت مقررہ اور وقت سے آدھ گھنٹہ پہلے وہ بالا بارڈل پہنچ گیا
سرد کے سماں اور کوٹھی کی نشست نے اسے عجیب کیسٹ میں ڈال دیا۔ کیا ایسے خیل سے
ہے والا آدمی ایک نوم کو بچا سکتا ہے؟ اس کے دل نے سوال کیا۔ وہ کوٹھی کے دروازہ
پر قیام کیا کر رہی اور اس میں سے گاندھی جی اترے۔ ان کے ساتھ کئی آدمی اور تھے
مسلم بھی ان کے پیچھے پیچھے جناح صاحب کی کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ گاندھی جی کا کرنی
منا تھا نہ تھا۔

اندھ اطلاع کرائی گئی سکرٹری نے آکر کہا: صاحب کہتے ہیں آپ ہندو منٹ
بیشتر آگئے۔ آپ باغ میں انتظار کیجئے۔

گاندھی جی کے ساتھی تعجب ہوئے۔ گاندھی جی نے کہا: اچھا میں انتظار کروں گا
باغ میں گر سیل پر سب بیٹھ گئے۔ گاندھی جی نے مسلم کو دیکھ کر ضابطہ محبت
کے لیے میں کہا: آپ میاں کون ہیں؟

میں مسلم ہوں الہ آبادی؟

اشا۔ اشا میں نے تھلہ دی بہت مشابہ ہے تم شلمان ہندیب کے بڑے
ہو۔ ہاں کبہ بیاں کیوں آئے؟

میں جناح صاحب سے کہنے آیا ہوں کہ تقسیم سے ہماری تہذیب ختم ہو جائے گی
"ہاں ٹھیک کہتے ہو۔ اشرار۔ اشرار۔ کبہ گاندھی جی نے اسے گلے سے لگا کر

ہم قریب ہیں کچھ! اس میں جو ہر بات میں۔

اب جناح صاحب اسکرٹری کا کہنا اور گاندھی جی اس کے ساتھ چلے گئے۔ مسلم
دستکار کر رہا۔

کافی دیر کے بعد اس نے دیکھا کہ جناح اور گاندھی جی سے اترتے ہوئے آ رہے تھے۔
وہ کھڑا ہو گیا اور مکالمہ کی طرح پر ہوا۔ اسے پاس آ گیا۔ گاندھی جی نے اپنے تڑپے
جناح صاحب سے ملے۔ وہ اپنے اوپر کھڑے تھے۔ وہ نہیں تھے۔ گاندھی جی نے کہا:

You will have to cut me into two, before you cut
India into two.

جناح صاحب مسکوتے ٹھہر کر ان کی اور دلیپس پرست۔ وہ نہایت گہرا صوت
پہنچے ہوئے تھے۔ سگار منہ سے دگھا تھا۔ انگریز یا سکل انگریز جنہیں معلوم ہو رہے تھے
انگریز نے زمین پر پڑتے ہوئے جیب سے گھڑی نکالی سکرٹری ان کے پاس آ گیا۔ پھر ان
لگے کہ گاندھی جی نے اس کی ٹاپا ہسم چوڑی۔ وہ بولا

"آئیے جلدی صاحب کپڑے بدلنے جا رہے ہیں۔"

مسلم لپکتا ہوا زمین پر گیا جناح صاحب صوفے پر بیٹھے ہر سہارے میں غور
تھے۔ اس نے: سلام علیکم کہا

"اور اسے کلمہ سالم: جناح صاحب بولے

"میں محمود خروڑی سے کہے کہ اب تک مسلمانوں کی تاریخ کے ساتھ ساتھ ہوں
ہماری رعایات اور ارتقا اس تقسیم کو غلط جانتی ہیں۔"

You do not understand جناح صاحب نے کہا اور اپنا منہ اڑھا کر لیا۔

"جی میں بہت کچھ سمجھتا ہوں اور آپ کو سمجھانے کے لئے الہ آباد سے آیا
ہوں۔ کہ گاندھی صاحب کا مسلک....."

۲۴۰
 ہندو جی کو رو کر بیڑ میں بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔
 پھر تو اہر لال چہر کی تقریر کو آواز ادا کی کا شروہ سناتے ہوئے مجھ پر ہت رانی ہو
 گئی جس نے پوری کوشش کی کہ پاکستان میں بسکے مگر مسلمان نہ ملے۔
 بلکہ یہ سن گئے جو اہر لال کی باتوں کو کھد پھا۔
 قائد اعظم کی تقریر سب سے زیادہ زبردستی امداد پاکستان میں لڑا اور
 ختم ہوئی تھی۔

[illegible]

مسلم ہنس کے حسن میں عورتوں کو دیکھ کر سے بے ہوش رہا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے آیا۔
پوڈیکو میں جب کھڑی خدیوہ پادشہ کی بیٹی کے پاس پہنچ گیا تو وہ نے
جبب چلائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھ کر کہی جبب شہر کے باہر آئی تو وہ نے
راہ میں لوگوں سے کہی یہ سطور لکھ گئی۔

وہ مندر میں داخل ہو رہا تھا کہ خندوزل کا ایک گروہ وہاں سے چلا آیا۔
 "اسے یہ تو تسلیم ہے کہ گروہ میں سے ایک آدمی نے کہا۔
 "یہ جہاز سے مندر میں گھس رہا ہے۔" کسی نے کہا۔
 "میری آنا پاروتی یہاں ہے میں اسے پوچھوں گا۔"
 "جسٹ پچھو اسے خندوزل میں گھس رہے جبرائیل کہیں کا۔" وہ کسی نے گھسیٹ کر
 اُسے باہر کر دیا۔

"مار ڈالو اس مسئلے کو۔ کتنی نے کہا۔
 "ہاں مجھے مار ڈالو۔ مجھے اب جی کر کیا کرتا ہے مسلمان بھلا۔
 "نہیں مارتے مارتے چمٹھک ٹھٹھک سے ختم ہونے ہی کو نہیں آتے پاکستان
 بنایا ہے ہم یہاں ان کا قبرستان بنائیں گے۔ ایک نے کہا۔
 "اس کے ہاتھ پرانے کرکٹنگا جی میں چھوڑ دو۔ آپ ڈوب جائے گا۔ ایک
 اور بخند ہونے لگا۔

کئی آدمیوں نے اس سے پوچھا کہ اس کے اہل خانہ میں سے کون سا آدمی اس کے ساتھ رہے گا۔ وہ نے جواب دیا کہ کئی آدمی ہیں جن میں سے ایک آدمی اس کے ساتھ رہے گا۔ وہ آدمی جو اس کے جسم میں کبھی نہ رہے گا۔ اس کے جسم میں کبھی نہ رہے گا۔ وہ آدمی جو اس کے جسم میں کبھی نہ رہے گا۔ وہ آدمی جو اس کے جسم میں کبھی نہ رہے گا۔

اس کے ہاتھ پاؤں بندھے تھے اس کا جسم حرکت نہیں کر سکتا تھا مگر اس کا دل بڑا
 رہا تھا اور اس کا دماغ سوچ رہا تھا۔
 جب تک شکم کی نگیر ہو تو یہاں مسلمانوں کی حکومت کا دارا اس کی آنکھوں کے

And yet—she has not spoke so long
What heaven be that, fair and strong
At Life's best with our eyes upturned
We, fixed so, ever should so abide?
What if we still ride on, we two
With Life for ever old yet new,
Changed not in kind but in degree
The instant made eternity—
And Heaven just prove that I and She
Ride, side together, for ever ride.

مسلم اس کے چہرہ کو دیکھے جا رہا تھا۔ عجیب محسوس کا عالم اس پہٹاری تھا۔
 جیب اس مقام پر پہنچی جہاں مشکندہ میں ایک منہ تھا جس میں سے آواز آتی
 تھی یہ منہ تبدیل ہو گیا تھا۔ مگر اب صبر توڑ کر صبر مند بنا لیا گیا تھا۔ نیا منہ جو بیڑ
 کا منہ نہ پانے یہاں جیب دھک لی اور آتر پڑی۔ مسلم بھی اتوارہ مند کی طرف چلے مسلم بھی
 پیچھے پیچھے چلا۔ وہ مند میں داخل ہو گئی۔ مسلم دروازے پر ہی تھا کہ اس نے دیکھا کہ لٹاق
 پو پو پو پو کی آواز کی طرف سے آ رہی تھی۔

۱۰۔ پیاری ماما۔ پیاری پاموٹی۔ تم مجھے چھوڑ گئیں۔ اب میں کیا کروں سرہن
موتی سے کوئی آواز نہ آئی۔
۱۱۔ آما میری زندگی ختم کر گئیں۔

جیت کر چشم زدن صحبت یار گزشت
 بہنے گل سیر نہ دیدیم و بہار آغوش
 مدتی کی دامنِ مسکراہٹ قائم رہی۔

ساتے پیر نہ پڑا یہاں بڑا دلکش خواب تھا قدرت کی ہر خواہش دیتی تھی اس کے ہمارے دل میں
تھی اور نہ پادری اس کے آغوش میں تھی۔ لڑائیاں حکومت خدیب سب ہی کچھ ہیں
تھا مگر زندگی طبعاً تڑپتی جا رہی تھی۔ کپڑے کھانے سجاوٹ۔ موسیقی عمارت منظر
ہر جگہ میں قدرت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حکمرانی شامل ہوتی جا رہی تھی۔ آواز سب سے
اٹھ رہی تھی۔ وہ اس مین ننگی کی رقص دہاں تھی۔ بار بار ادا کر کے گدے تڑپ تڑپا تھا
آگے ساتھ جیش کے تمام شاعر یا دگر کر کے وہ جلاتا ہائے آگیاں گئی۔
مگر حکم کی گلیہ ختم ہونے پر اسے اقبال کی آواز سنائی دی کہ
میان شاخاں محبت مرغ چمن کب تک
ترسے بازو میں ہے پرواز شاہین قستان

اقبال نے یہ شعر اس کے لئے کہا تھا شاخاں گنگا ہمسائے دو آب کا شاہ
تھا۔ آواز چمن تھی۔ یہ درد ختم ہوا مگر وہ شاہین کیسے ہو سکتا تھا اس کے پر بند سے
ہوتے تھے۔ ایک وقت وہ تھا کہ اسی منظم کے پاس اس نے لاکھوں ہندوؤں پر فتح پائی
تھی اور پھر وہ وقت بھی آگیا جب ملٹی بھر ہندوؤں نے اسے باندھ کر گنگا میں پھینک دیا
وہ نوار کب کی کھوپکا تھا جیش نے آرام طلب اور بزدل بنا دیا تھا۔ انگریزی تسلیم نہ کر
کھریا۔ بے بس بنایا۔ اور اب وہ تیرا چلا جا رہا تھا۔ موت اس کے لئے نہیں تھی۔ اس
نے مرا نہیں مگر دوسے سے بدتر تھا۔

ہائے اُمایب تو کہاں ملے گی دیکھئے کو بھی نہ ملے گی۔ کاش میں تیرے ہند کے
پاس ہی رہنے دیا جاتا۔ میں تیری موتی کے درشن کرتا رہتا۔ اسے پوجتا رہتا۔ ہائے میرا دل
محبت کرنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ اب میں کس سے محبت کروں۔ کرن معشوق ہے
اقبال کی پھر آواز آئی :-

مشتاقانہ دل سے
پڑا اگر دایہ سب ہوا
مشتاقانہ دل خواں خوب تر
دل نہ تو لانا ہی مشورہ
فلک نہ ہوا ز فیض او چاک تر
در دلا مسلم غلام مصطفیٰ است
آوردے ماز نام مصطفیٰ است

”ہاں نہ ملاز عشق“ اس نے سوچا اس نے بھلا دیا تھا جنت دینی کو جنت
عربی سمجھا تھا۔ آگاہ کو جنت ہاں کہ اس کے ساتھ صحت ہو گیا تھا۔
دل دلو کو نہ ابروئے جانان سیرتیم
قدلی کعبہ را بعنتم خسان سرتیم
مگر اب وہ بے بس تھا۔ وہ کیا کر سکتا تھا اس کے باوجود بڑی طرح کی زندگی
ہوتے تھے مگر نہیں۔ اس نے سوچا میں اس طرح ہمیشہ نہیں رہوں گا۔ میرے سبوتاں کے
میری سبوتاں کو کاٹنے۔ بچھا بچھا مونہ لاپس ہاں کے دھیان میں عمر جلتے گا۔
امید اس کے دل کی کیفیت کو دیتی جا رہی تھی اور وہ دھانے کے ساتھ تباہ جا رہا

مہر خدا گرس کے ہم وطن اس کے خلافت پر گئے تھے اس کو بارگاہِ مکر دریا میں چھوڑ
دو بیوں پہ آیا تھا۔ اقبال نے اسے بتایا تھا کہ

ارشادِ نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے
یہ وطن کہاں ہے؟ یہ اور ہی کچھ کیا ہے؟ اسے تو یہ محسوس ہوا کہ
غربت میں کوئی پرہیز کرنے والا نہیں ہوتا
شمعیں بھی جلاؤ تو آج کالا نہیں ہوتا
ہائے۔ ہائے کسی نے نہ پوچھا۔ ہر سرِ طرح کی شمعیں جلاؤں مگر آج کالا نہ ہوا۔ ان
صورتیں اُمید کی خواب پریشاں ہو گئیں
سلاٹھے آنکھوں کے آئیں اور پنہاں ہو گئیں
وطنِ نیت سے ہے ٹھیک۔ اس کے اجداد سب نے ترک وطن کیا۔
ہے ترک وطن سنتِ مجرب البسی

مسکرمہ

ہم نے سوراہ اخوت کی نکالی لیکن
نہ تو اپنا ہوا اپنا نہ پڑایا اپنا

اکیلا۔ اکیلا۔ بالکل اکیلا۔ وہ بالکل اکیلا تھا۔ اسے کوئی نہیں اپنا نا چاہتا
مگر اس نے سوچا۔ انھیں کون چاہتا تھا۔ ان کوڑھیلے مادرِ گزخمی کر دیا۔ ایک لڑکا لیا
ساتھ تھا جوڑھیلے اونٹنے والی کو اٹھا اٹھا پٹختا تھا۔۔۔۔۔ مگر یہ لڑکا بھی حوالن ہوا
بھی اکیلا رہ گیا۔ کیا عالم ہو گا۔۔۔۔۔ اور اس لڑکے کا لڑکا اس کے تو سب ساتھی لہر
لگے تھے۔ ہزاروں کے مجمع میں اکیلا۔ پیاسا۔ تیرہوں سے جسم چھلنی اور پھر بھی کہہ رہا تھا
هل من ناصوئ نصرنا۔ کوئی اس کی مدد کو نہ آتا تھا۔ وہ اپنے ناکہ کے بتلے ہوئے
طرف دیکھتا اور کہتا۔ رما اتنا من لدنك رحمتا وھى نامن امونا رشد۔ ارشادِ خداوند

اگر وہ فسد ہو جا۔۔۔۔۔ شمس۔۔۔۔۔
ایسا دورِ قوت از۔۔۔۔۔ ست۔۔۔۔۔

یہ جھگڑا اہل راہ ہے۔ ہمیشہ سے چل رہا ہے۔ ہمیشہ ملتا ہے۔ کام۔۔۔۔۔
شیطان۔۔۔۔۔ شیطان ہمشکیہ کا تیار ہاںٹ ہاںٹ ہاںٹ ہاںٹ ہاںٹ ہاںٹ ہاںٹ
نٹ اٹکا گیا ہے اس کے دست تھے۔ اس کو کیا اور کیا۔۔۔۔۔ اس کو سن رہا تھا۔
مردہ گیا سب نے نہیں نہیں کی حد تکانی سے

اسی منزل سے آن کر شہد یا رخصاں
یا کسی ہی گرد و بہرِ ناکسان
حق ہی احقوں کا دوست۔ یہ نہ سمجھا

چشمِ بنا از قلعے حق مشہود

حق کی جگہ سے از ہر احق مشہود

عیش کی زندگی نے اس کی قتل ختم کر دی تھی۔ تہذیبِ عیش کا دوسرا نام تھا۔
عیش نے عیش کو بڑھا یا بستیہ احمد خاں نہیں سرسید انگریزی پڑھوئے چاہا تھا۔ بچارا
نہ سمجھا تھا

بدگہر را علم و فن آموختن

را دلتیخ است دست را ہزن

یہ تعلیم ایک مستقل لعنت لائی لعنت۔ لعنت کیا ہے

لعنت آں باشد کہ خود بنیش کند

حاسدہ کمرش بین و پر کنیش کند

یہی تعلیم بابتہ کی تعریف ہے تعلیم گا ہی خندہ پن کے مرکز۔ اقبال نے کہا ہے



یہ کہ وہ دروسہ چوٹی اوپر ودا لکھ کر مٹا
 یہ کشی بارہ تو از کار کھسبہ شیشہ گر مٹا
 یہ شیطاں کا کل سے طش نے نشاۃ الشائخہ کو شیطاں کی صورت دکھاتا
 یہی خدا و Accused and in a cursed hour he dies
 یہی شیطاں کو ہم نے اپنے دل میں جگہ دی ہندوستان خداتان ہو گیا۔ افرات بول گیا
 یہی شیطاں ہی کا کردار سب سے زیادہ اچھا ہے۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں
 یہی شیطاں ہی کا کردار سب سے زیادہ اچھا ہے۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں
 یہی شیطاں ہی کا کردار سب سے زیادہ اچھا ہے۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں

بائیں و بائیں
 یہی شیطاں ہی کا کردار سب سے زیادہ اچھا ہے۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں
 یہی شیطاں ہی کا کردار سب سے زیادہ اچھا ہے۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں
 یہی شیطاں ہی کا کردار سب سے زیادہ اچھا ہے۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں

یہی شیطاں ہی کا کردار سب سے زیادہ اچھا ہے۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں
 یہی شیطاں ہی کا کردار سب سے زیادہ اچھا ہے۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں
 یہی شیطاں ہی کا کردار سب سے زیادہ اچھا ہے۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں

Er ist schon ins Fabelbuch geschrieben
 allen die Menschen sind nichts besser dran,
 den Bosen und so los, die Bösen sind geblieben

شیطان ہر شخص میں موجود ہے۔ اسے ہر شخص میں شیطاں ہی ہے۔
 allen Geistern, die verneinen
 ہر شخص ایک ہے۔ خوب طرح پر شیطاں ہے۔ اس کا کام کرنا ہے۔ انشاء اللہ کہہ کر
 یہی شیطاں ہی کا کردار سب سے زیادہ اچھا ہے۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں
 یہی شیطاں ہی کا کردار سب سے زیادہ اچھا ہے۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں

I fled Him down the nights and down the days,
 I fled Him down the arches of the years;
 I fled Him down the labyrinthine ways
 Of my own mind; and in the mist of tears
 I hid from Him, and in the mist of tears
 I hid from Him, and under running laughter
 Up-vasted hopes I sped;
 And shot, precipitated,
 Adown Titanic glooms of chafed fears,
 From those strong Feet that followed, followed
 after.

یہ وہ شیطاں ہی کا کردار سب سے زیادہ اچھا ہے۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں
 یہی شیطاں ہی کا کردار سب سے زیادہ اچھا ہے۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں۔ ایسا کہ شیطاں کا شیطاں

But with unhurrying chase,
And unperturbed pace,
Deliberate speed, majestic instancy,
They beat — and a Voice beat
More instant than the Feet—
"All things betray thee, who betrayest Me —"

آخری طور پر وہ نہ معلوم کتنی دفعہ دہرایا رہا۔ کیا قیامت ہے جس شان سے کسی
دن سے کسی زور سے وہ اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ ہر چیز اسے دھڑکا سکے ہی تھی۔ کیوں
وہ اسے دھڑکا دے رہا تھا؟ Deliberate speed اور majestic instancy
کی بات کرتے ہیں۔ آف۔ آف۔ آف بچنے کی کوئی صورت نہ تھی
اور لٹن مارکٹ تک پہنچنا ہی وہ ناچار پہنچ گیا۔ مارکیٹ کی بجائیں وہ پھنسے گا یا دم
مات ہو جائے گا۔ یہ تمام گارتیاں ہیں۔ چوری دنیا ایک سنسنگ مین کی طرح سوچتی

ملاؤں سے لے کر چاہی، آؤں میں اور دلوں میں سناؤں کی عمر بڑھیں اپنے دہن کے چہرہ
 رستوں میں آؤں کے دھوپ میں میں نے اپنے گروں سے چھپا دیا اور وہاں تپوں میں سناؤں کے
 رستوں پر میں بھاگا، دھوپ کے گڑھوں کے اندھیاہوں میں تیزی سے گڑھا، ان رستوں پر وہ
 سے میرا بھی کر رہے تھے۔

یعنی مستقل رفتار کے ساتھ اور نہ ڈانٹنے والے قدم کے ساتھ شہزادی رتسا سے اور سناٹا سناٹوں کے ساتھ ان کی چاہ آپ آتی رہی اور ایک آواز پیدا ہوتی رہی: جو چاہ سے نیا اور مستقل تھی۔ ہر چیز نئے دھڑکا سے گی تو مجھے دھوکا دے رہا ہے۔

وہ میری بیٹیاں تھیں بیچ گیا۔ وہ عکس کیا تھا کہ میرے لئے میری
طرف گردام کی دیوار سے لگ کر دو بیٹھ گیا۔ جس کی نظم سے پوری تھی۔ وہ
اسے پلٹ سلا۔ وہ میں سلا۔ کوڑہ کوڑہ سے پڑنے لگا۔

Naked I wait Thy love's uplifted stroke :
My harness piece by piece Thou has hewn from
- me,

And smitten me to my knee ;
I am defenceless utterly.
I slept, methinks, and woke,
And slowly gawing, find me stripped in sleep.

اسے معلوم ہو گا کہ یہ مصلحتوں کے لیے خود کو فکری پرستہ آگے بڑھتا ہی گیا۔

ملکہ عریں جو کہ اس میں شریعت کی غریب کا اظہار کیا رہی، میری تندرست ہو گئی۔
 دیکھو کہ ہرگز گئی۔ میرا جسم دور نکلا ہے، ہر گئی۔ میں اب کل مجبور ہوں، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں سوتے وقت
 اور جاگ کر دیکھتا ہوں کہ سونے میں میرا جسم اتار دیا گیا۔

Whom will thou find to love ignoble thee
Save Me, save only Me,
All which I took from thee I did but take,
Not for thy harms
But just that thou might'st seek it in my arms
All which thy child's mistake
Fancies as lost, I have stored for thee at home:
Rise, clasp My hand, and come!

اس کے اندر ایک عجیب قوت آگئی۔ وہ اٹھ کر پہل کی طرف چلا۔ اب اس کی
چال میں شوری تیزی مشاعرہ والی تھی وہ نئی جیٹ کی پل پر بیٹھا پانی لہریں سے رہا تھا
خندہ رنگ ہوا تیزی سے چل رہی تھی۔ اس پر اس رنگ تھا۔ یہ رات اس عربی کا یہ شعر گرا رہا تھا
بیا کہ از گہرت ماہی کستہ دریا
بیا کہ نشسته بہتہ را طلب کند تسنیم
وہ خوشی کے واسطے لپچنے لگا۔ اب وہ نہیں بچا لگے گا ہرگز نہیں ہرگز نہیں
وہ روی کا یہ شعر پڑھنے لگا۔

میر ندائے کئی ترابا لاکشہ
آئی غلے والی کہ از بالارسد

میں نے تجھ کو نہ دلا کہہ پائے گا۔ میر نے میرے۔ میں نے تجھ سے جو کچھ چھین لیا وہ تجھے نصیب
پہنچا نہ کہنے نہیں چیتا بلکہ میں نے کہہ کر اس سب کو میرے آغوش میں ڈھونڈ لیا۔ جو کچھ تو کال لگا
میں سمجھا ہے کہ کوئی گداہ میں نے حفاظت سے رکھ لیا ہے۔ اٹھ میرا ہاتھ بچا اور آ۔

پاکس کی آواز غنی ہے
ملک نہ ملک چاہے ملک پرست
از کلائی کہ میں آئے دو دست
آواز دوست۔ آواز دوست! حافظ کا شعرا جیلا کا ہے
وہ بیا ہی چھوٹا کہ پہنچا ہی زنت قدم
خندہ نشستا کہ زنت غار حیدر حیدر

اب وہ آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا جس سے جلا زنت کی وہ تصویر بدلتی رہا تھی
کے سر اٹھا۔ اس کا چہرہ دیا اور پڑا۔ وہ کھل کھلا کر جس پر جس سے کھٹکتی تھی اس کے
ساتھ بیٹھنے لگی۔ اس کا چہرہ گھبراہٹ سے لہر لہر کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ پر ہاتھ
پڑا تھا۔ یہ بھانہ گھوڑے کی تھا جس سے بھانہ گھوڑی اور گھوڑی کا چہرہ دیکھ کر
گھبراہٹ میں آتا رہتا تھا کہ وہ گھوڑی اور گھوڑی کا کچھ وہ نہ دیکھ سکتا تھا۔ سر را
حکم آتا تھا۔ وہ گھوڑی کے پیر کو سر پر لاؤ گا پڑا۔ شہنشاہ دنیا میں سب کے سب گئے تھے
رکھا ہے۔ آتا تھا کہ غیب کتا ہے۔

ہستہ میں میکہ و دعوت عام ہستہ
قصبت باور و باخار و جسام ہستہ

اندازہ عام۔ اندازہ عام۔ اس کے جام میں قریب کی شراب بھری تھی۔ سر
پرس کا جام سراپا اس میں تھا۔ وہ اس کا ملک تھا۔ خزانے سے دیا تھا۔ اس ملک
لئے قوتی ملک۔ امن تشاعرہ اس ملک کے لئے اس نے بیڑ میں لی تھی اس ملک کو وہ
اس زمین پر آگیا تھا۔ اس کو بندہ ریت کی باد خاں سے بچانے کے لئے ایک عام
دے دیا گیا تھا۔ گویا ریت ان کا نزل کے سوا کچھ نہ تھا۔ ریت اس زخمیر سٹی کی یاد
لاتی تھی جو گویا کھودا تھا کی مٹی ہے۔ وہ مٹی بزرگست کے چھل لگا رہی تھی۔ اس

موت کر کے بارگاہِ حق میں کھڑے ہو جائیں گے۔ یہاں کا سوا موت و کفر ہے۔
یہاں کوئی کلمہ نہیں کہنے ہوتا ہے۔ یہاں کوئی کلمہ نہیں کہنے ہوتا ہے۔ یہاں کوئی کلمہ نہیں کہنے ہوتا ہے۔

میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔

یہاں میں نے نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔

میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔

یہاں میں نے نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔

یہاں میں نے نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔

یہاں میں نے نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔

یہاں میں نے نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔

میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔

میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔

میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔

میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔

میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔ میں نے یہاں نہیں رہا۔

کہہ دے کہ ایک طرف کی قوم میں عقیدہ کرتے ہیں یہاں دوسری قوم میں عقیدہ کرتے ہیں اس سے ہر ایک قوم کو فرق قوم سمجھنا ہے کہ ایک قوم کو تیار ہے۔
- قریم کہیں کے نہیں رہے۔

بہنیں ہم مسلمان قوم ہیں۔ جو وطن کے حساب سے قوم بنتے ہیں وہ ہندوستان کا نہیں چاہے اس کے نام مسلمان ہوں۔ ان جاہلوں کو نہیں سمجھتا ہے کہ انھیں بھی مسلمان بننا چاہیے۔ سو میں ان قوم بننے کے بجائے اللہ کی قوم بننا ہے۔ ہندو کی قوم جو کہ ہے ہر قوم ہندی قوم ہوں گے۔ دنیا کے سب مزدور مسلمان ہیں۔ ہر مسلمان ہیں۔ وہی ملک ہے۔ اچھا! اور وہ مزدور اسے تعجب سے دیکھنے لگا۔
اس نے اندر مزدوروں کو بھی سمجھایا۔

مگر سب بکھر کر رہیں کرنا کیا ہے؟ کئی مزدوروں نے پوچھا۔
- صحت کشمکش اور پھر فتح باب ہمارا راج ہو گا۔ برہمن۔ چتری۔ ویش۔ سہا۔
ہیچکا۔ اب ہم شہر دہلی کا راج ہو گا۔ تمام دنیا میں ہو گا تمام دنیا ہمارا وطن ہو گا۔
- مسلم ہیں ہم وطن ہیں سارا جہاں ہمارا۔
سب مزدور اسی کے ساتھ ایک ساتھ انہماک سے کام میں لگ گئے۔
سارے ملک کا یہ قول بدو کرتے رہے۔

نَقْدَ آدَمَتِ اَنْ تَرَمَ فِدَحْتُ وَاَنْ تَفْضِیْ فَا فَضَحْتُ
کچھ ہی طرح سے اس ملک۔ تھ کام کرنے والے مزدوروں ہیں سے ایک نسل

۱۰۰ اور وہ کیا کہ ہم کریں تو روح ہر گئی اور نصیحت کریں تو اپنی خود نصیحت ہو گئی۔

دو طرفہ خاص فرقہ کی اس کی تابعدار ہو کر مزدور ہو کر رہا۔ آپ مساجد میں چلے گئے۔
- ان بھائیوں کو کہا تھا کہ ہم کو یہ دنیا ہی ہے۔
- ہر قوم دو فرقوں کے اندر ہے۔ ہندو قوم کو بھی چاہیے ہیں۔
- آپ احکام کی کر سکتے ہیں۔

- ہاں لوگ بولتا ہوں۔ لیکن ہو سکتا ہوں۔ گوہر دہلی پٹنہ دس لاکھ روپے
- ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔ ایک کام دہلی کا دھرم کا بھت کرنا۔ دہلی کا دھرم
- ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔ ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔
- ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔ ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔
- ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔ ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔

- ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔ ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔
- ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔ ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔
- ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔ ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔
- ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔ ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔
- ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔ ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔

ظاہر ہو چکا تھا کہ ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔ ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔
- ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔ ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔
- ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔ ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔
- ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔ ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔
- ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔ ہندو قوم بننے کے بجائے جو کہ ہے۔

مکرم نے ملک گیری مقصد نظر۔ فتوحات۔ فتوحات۔ ہر لیدر قہار کے بجائے اپنے لئے رشتہ
 میں لڑائی کو چاہی۔ اپنے کو خدا کا رسول کہلایا۔ اپنے فکر کو اسلام کہلایا۔ دوسری قوموں
 کے لئے اسلام قائم شد وادہ طریقی کے ہم سے ہو گیا Religion of world
 by the way لیکن نے یہ فلسفہ کیا۔
 زمام ختم ہو گیا۔

پس اسلام نہیں ختم ہو سکتا۔ وہ انسان کی قسمت ہے۔ انسان اس کی شرف نگار
 ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ رَا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ**۔ ضرورت یہ ہے کہ اس جگہ ہم اس قدر زیادہ
 دینی خیال رکھیں جس کی لکیر کو سیدھا کر لیں۔
 مگر سیدھی لکیر کیا ہے۔

یہ بدلتی ہی سیدھی بات ہے علی جب عمر عبدالہ کی گردن کاٹنے چلے تو اس نے
 آپ کے منہ پر ٹھوک دیا۔ آپ نے فرما دیا کہ لی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سے نقل کیا۔ زوال
 نے بدلتی ہو چکی کہ یہ کیا کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مجھے غصہ آگیا تھا اگر فتنے میں میرا
 نقل کرنا تو اس کا حق اسلام کے لئے نہ ہوتا۔ یہ ہے سیدھی لکیر ہر کام میں یہ دیکھنا ہے کہ یہ
 میری ذات کے لئے ہے کہ اسلام خدا کے لئے۔ میں نے ہندوستان خدا کے لئے نہیں فتح کیا تھا
 اپنے لئے فتح کیا تھا۔ دنیا کے زیادہ تر علاقے اپنے لئے فتوحات کرتے رہے۔ لہذا دنیا اس بات
 کو اٹکی ہے۔ لعنت کیا ہے بامولانا کہتے ہیں

عنّت آئی یا شد کہ خود بینش کند
 حاسد و کثر ہیں و چہ کنش کند

یہ خود بینی ہی لعنت ہے اپنے کو خواہ سمجھا اپنے مطلب کے لئے خدا کو ماننا یہ
 وہ لعنت ہے اس میں المینا نہیں۔ اب وہ جنگوں کے بعد پریشان ہو کر وہ المینا کی
 فرش میں ہے انیہ نہ ہاں ملے گا اسلام میں نہ لکھنے کام کرتے ہیں۔ اسلام کی سب

اہم مایہ لکھا تھا **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ رَا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ**۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ رَا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ**
 اچھا ہے تاکہ لکھا ہو کہ اپنے کو خدا کا رسول کہلایا۔ اپنے فکر کو اسلام کہلایا۔
 یہ حال سمجھنا ہے۔ ایک بات صاف ہے کہ انگریزوں نے اپنے اپنے
 گروہوں کے لئے لکھا ہے کہ ہمیں نہیں دینا، غرضت مذہب کی مصلحتوں کے لئے
 یہ قوم کیا؟ ایک قوم تو اسلامی دنیا کے سب میں ہے۔ ایک قوم تو انگریزوں کی سب
 کے رہنے والے اور ایک قوم تو انگریزوں کے رہنے والے۔ گزشتہ سب ہندوستان کا سب
 کو ایک قوم کیا اور میں ہندو ایک ہر کسٹھان کو مشر بن گئے تو کو بھی ضرورت ہے
 مسلمانوں کی ایک قوم کیا اور اس قوم کے لئے ایک کھڑا ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ رَا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ**
 کی جماعت بھی گزشتہ اور اب..... اسلامی قوم اور انگریزی قوم کے لئے یہ حق ہے
 سچا اور اس کے لئے ہم اہم۔
 ٹھیک کہتے ہیں گلاس کا علاج کیا ہے؟

علاج؟ اسلام۔ دین، مشرقین و مغربین میں عقیدہ واحد کرنے والے
 ہم اور تم۔
 مگر ہم لوگ چاہتے ہیں۔ ناچار ہیں۔ مجبور ہیں۔

یہ سب بدلتا چلتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ ہر وقت قہر سے ہیں گے ناچار
 ہیں تو پھر ہمیں کو نہیں کہوتا ہے۔ مجبور ہیں تو ہمیشہ اور ہمیں عرف جہاد آہستہ کا ہے۔
 ہم سب میں ہر گز نہیں کہتا۔ کسی کی حسد کا حال نہیں آتا۔ ہر سے دشمنی کے بیان
 کوئی چیز نہیں چاہی ہے۔ ہاں کہہ کر انگریزوں کو سب ایک ساتھ ٹھونس دیتے ہیں۔ یہ
 پاکستان ملک میل ہے لڑائی نہیں ہے۔

پرستہ پر پائی نام سے منتر مسلمان کی
 منتر سے جس کی گردن ہمارے گروہوں کو ہے

سب مزدور اپنی اپنی طرف چلے گئے۔

اکیلا! اکیلا! اکیلا! اسقدر سا مٹا آسمان سر پر!
 سر کام ایسے آدمی نے ہی شروع کیا۔ وہ اکیلا ہی سنگم پر گیا تھا کامیابی کے
 زعم میں وہ ملک گیری ہی کو لازم سمجھتا تھا مگر اب اسی تمام تجربے نے اسے صحیح اور
 غلط کا وہ شعور دے دیا تھا جو یہاں آتے وقت اس میں نہیں تھا۔ اقبال کی آواز مآنی
 ہو نہ سرگشتہ اگر مل گئی تعمیرِ سیری
 مازِ توحید حکومت نہیں تفسیرِ سیری

اور برآؤ شک کی

Both life succeed in what it seems to fall

وہ 'Patriot to Women' رہا تھا۔ جنتِ ارضی کو جنتِ عرشِ مان کر
 سوئے زمین پڑھنے لگا تھا! 'Patriot to Heaven' ہوا تھا۔

Maker remake, complete, I trust what thou shalt

اقبدرالوزن بالقسط ولا تسخرو المیزان فبائی اللہ وریکما تکذبان

مگر اب اس کے لئے یہ وقت تھا Reculer pour Mieux sauter.

قوم کی رہبری کے لئے بڑھنے سے پہلے خود کو نچتہ کرنا ضروری ہے وہ شعر گنگنارے
 کا ہمیشہ عادی تھا اور یہ شعر گنگناتا ہوا سو گیا۔

اے ماحیِ نقشِ باطلِ من
 اے فاتحِ خیرِ دلِ من

244

Cependant, tout en haut de l'univers juche,
Un ange sonne a victoire
De ceux dont le coeur dit: "Que bene son fouet
Seigneur: que la Douleur, O Pere, soit benie!
Mon ame dans tes mains n'est pas un vain jouet,
Et ta prudence est infinie"
Le son de la trompette est si delizioso,
Dans ces soirs solennels de celestes vendages,
Qu'ils'infiltre comme une extase das tous ceux
Dont elle chante les louanges.

رَحْمَةُ الْعَالَمِينَ

کی
خدمت میں

غالب ثنائے خواجہ بہ یزدان گنا شتم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

البرجیل جعفر 03009806669
بی ایچ ڈی اردو راجہ سکالر
عملی لکچرر اسلام آباد

(جملہ حقوق محفوظ)

ناشر _____
پبلیکیشنز
۲۰۴ - الحیات چیمبرز
ایم ایس جناح روڈ کراچی
طابع _____
ڈیسٹ پرینٹنگ



بار دوم _____ جولائی ۱۹۷۱ء
تعداد _____ ہزار
قیمت _____ آنے روپے

